مجلّہ صفدر

مارچ 2015، شمارہ نمبر 49

ترتیب

احسن خدامی

چارلی اَبڈو کے میداں کے سواروں کو سلام

خاکِ پیرس کے حسیں، روشن ستاروں کو سلام
چارلی ابڈو کے میداں کے سواروں کو سلام

حرمتِ آقا پہ کٹ مرنے کو جو بے تاب تھے
کاروانِ عشق کے ان بے قراروں کو سلام

ایک ماں کی گود سے اٹھے تھے دونوں شہسوار
مسجدِ عفت کے ان دونوں مناروں کو سلام

جن سے چھلنی ہوگئی اولاد بو رافع کی پھر
اُن برستی گولیوں کی تیز دھاروں کو سلام

جن کی رونق پر فدا ہونے کی مجھ کو آرزو
گنبد خضرا کی اُن پیاری بہاروں کو سلام

واعظانِ عقل و دانش، مصلحت کو الوداع
عشق بازوں، مجنوؤں، الفت شعاروں کو سلام

نعرۂ تکبیر ہو یا ہو صدائے مرحبا
جرأتِ اظہار کے غمزوں، اشاروں کو سلام

آج اعدائے محمد کے کلیجے کٹ گئے
واہ ''خدامیؔ'' تیرے شعروں کی دھاروں کو سلام

☆......☆......☆......☆

فی شمارہ: 25...... زرسالانہ: 300 روپے

اکابرین دیوبند، بالخصوص شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ

کے افکار ونظریات کا بے باک ترجمان

مجلّہ صفدر

ترتیب

برائے رابطہ

مولانا احسن خدامی، مکان نمبر 4، گلی نمبر 82

محمود سٹریٹ، محلّہ سردار پورہ، اچھرہ، لاہور

شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمہ اللہ کی جناب محمد علوی مالکی صاحب کے بارے میں رائے اور ''آپ کے مسائل اور اُن کا حل'' کے ناشرین کی ناانصافی

حکیم العصر، شہیدِ اسلام، محقق اہلِ سنت، ترجمانِ اہلِ حق حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمہ اللہ تعالیٰ کا شمار پاکستان کے اُن چند اہلِ تحقیق علماء میں ہوتا ہے جن کی نہ صرف علمی وتحقیقی خدمات کو ہمیشہ قدرومنزلت کی نگاہ سے دیکھا گیا بلکہ اُن کی مسلکی خدمات بھی اپنے ہم عصروں میں سب سے نمایاں رہیں۔ آپؒ اکابر دیوبند کے مسلک پر صرف تصلب ومضبوطی سے قائم ہی نہیں اُس کے شارح وترجمان بھی تھے۔ سرکردہ علماء ومشائخ علمی، تحقیقی اور مسلکی حوالے سے آپ پر بھرپور اعتماد فرماتے تھے۔

بدقسمتی سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اَخلاف میں سے بعض اعتدال وانصاف کا دامن ہاتھ سے چھوڑتے ہوئے جناب محمد علوی مالکی صاحب کے بعض مؤیدین کی آغوش میں جا بیٹھے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ شہیدِ اسلام حضرت لدھیانوی شہید رحمہ اللہ کے مزاج وذوق سے واقف ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ اِس نازیبا عمل سے حضرت کی روحِ مبارکہ کو کس قدر اَذیت وتکلیف ہوئی ہوگی!! کاش کہ یہ لوگ اِس پہلو پر بھی غور فرمائیں۔ اللھم اھدنا الصراط المستقیم.

مجلّہ ''صفدر'' کے نئے قارئین شائد جناب محمد علوی مالکی صاحب کی حقیقت سے واقف نہ ہوں، اُن کی معلومات کے لیے مختصر پس منظر عرض کیا جاتا ہے۔

جناب محمد علوی مالکی صاحب کا تعارف:

مولانا ڈاکٹر عبدالواحد صاحب مدظلہ رقم طراز ہیں:

مکہ مکرمہ کے رہنے والے ایک عرب گھرانے کے فرد محمد علوی مالکی صاحب (جو مسلکاً بریلوی تھے۔ ان کے والد اور دادا دونوں کو جناب احمد رضا خان صاحب بریلوی کے بیٹے مصطفیٰ رضا خان صاحب سے اجازت وخلافت حاصل تھی اور خود محمد علوی صاحب احمد رضا خان صاحب کے خلیفہ مولانا ضیاء الدین قادری مدنی کے خلیفہ تھے۔ [دیکھیے: مقدمہ زبدۃ الاتقان، مترجم، مطبوعہ: فرید بک سٹال، لاہور]) نے منجملہ دیگر کتابوں کے ''الذخائر المحمدیہ'' اور ''حول الاحتفال بذکری المولد النبوی شریف'' کے

نام سے دو کتابیں لکھیں۔ ان کتابوں کے بہت سے مندرجات پر سعودی عرب کے علماء بورڈ کے ایک رکن اور مکہ مکرمہ کے قاضی شیخ عبداللہ بن سلیمان بن منیع نے اعتراض کیا اور ان کے رد میں ایک کتاب ۱۴۰۳ھ میں شائع کی جس کا نام ''**حوار مع المالکی فی رد منکراته و ضلالاته**'' رکھا، اس کتاب کے مقدمہ میں سعودیہ کے قاضی القضاۃ شیخ عبدالعزیز بن باز نے لکھا:

''محمد علوی مالکی صاحب کی لکھی ہوئی کتابوں میں موجود بہت سی قابل نکیر باتوں پر میں مطلع ہوا۔ ان کتابوں میں سب سے مقدم ان کی وہ قابل مذمت کتاب ہے جس کا نام انہوں نے ''الذخائر المحمدیہ'' رکھا ہے۔ ان قابل نکیر باتوں میں ایک یہ ہے کہ اس کتاب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ایسی صفات کی نسبت کی گئی ہے جو (محض) اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے خصائص میں سے ہیں۔ مثلاً یہ کہ ''آسمانوں اور زمین کی کنجیاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہیں'' اور یہ کہ ''آپ جنت کی زمین بطور جاگیر دے سکتے ہیں'' اور یہ کہ ''آپ غیب اور روح اور ان پانچ چیزوں کا علم جانتے ہیں جن کے جاننے کو اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے خاص رکھا ہے۔''

علوی مالکی صاحب کے چند نظریات:

ذیل میں محمد علوی صاحب کے چند باطل نظریات اُن کی کتب کے حوالہ سے پیش کیے جاتے ہیں:

[۱]...... نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر ہر شے کا علم دیا گیا ہے:

''وأوتی علم کل شئی حتی الروح والخمس التی فی آیة ان الله عنده علم الساعة....الخ''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر چیز کا علم دیا گیا یہاں تک روح کا بھی اور مغیبات خمسہ کا بھی جن کا ذکر اس آیت میں ہے۔ [الذخائر المحمدیہ: ۲۰۵]

[۲]...... نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ''علم غیب'' دیا گیا ہے:

''وکم من أمور جاء ما یدل علیٰ أنها حق الله سبحانه وتعالیٰ ولکنه سبحانه وتعالیٰ من بها علی نبیه صلی الله علیه وسلم وغیره.... فمنها علم الغیب....الخ''

کتنے ہی امور ہیں جن کے بارے میں دلیل موجود ہے کہ وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا حق ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اور دوسروں کو بھی احسان کے طور پر عطا فرمائے....ان میں سے ایک علم غیب ہے۔ [مفاهیم یجب أن تصحح: ۸۳، ھواللہ: ۸۹]

[۳]...... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارکہ ہر جگہ حاضر وناظر ہے:

''روحانیة المصطفیٰ صلی الله علیه وسلم حاضرة فی کل مکان فهی تشهد أماکن الخیر ومجالس الفضل....الخ''

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت ہر جگہ موجود ہے، لہٰذا وہ خیر کی جگہوں اور فضل و ذکر کی مجلسوں میں حاضر ہوتی ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ روح ہونے کے اعتبار سے روح برزخ میں مقید نہیں ہوتی بلکہ آزاد

ہوتی ہے اور اللہ کی ملکوت میں پھرتی ہے۔[الذخائر المحمدیہ:۲۵۹]

[۴]......غیر اللہ کی قسم کھانا جائز ہے:

"ویجوز أن یقسم علی اللہ بہ ولیس ذلك لأحد"[الذخائر المحمدیہ:۲۰۶]

جائز ہے کہ اللہ پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کی قسم کھائی جائے اور کسی کے لیے جائز نہیں۔

اس کے علاوہ بھی بعض باطل نظریات ان کی کتب میں درج ہیں طوالت کے خوف سے انہی پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔ ان عقائد کی بنا پر سعودی علماء محمد علوی صاحب کو بدعتی اور اہل سنت سے خارج سمجھتے ہیں۔ اور انہی باطل نظریات کی وجہ سے ہمارے اکابر نے ان کو بدعتی اور اہل سنت سے خارج قرار دیا ہے۔ واللہ اعلم

اصلاح مفاہیم: پس منظر اور پیش منظر:

۱۴۰۵ھ میں محمد علوی مالکی صاحب نے اپنے مخالفین کے جواب میں ایک کتاب '**مفاهیم یجب أن تصحح**'' شائع کی اور اس کے لیے مختلف ملکوں کے علماء سے تقاریظ وتصدیقات حاصل کیں۔ یہ تقاریظ ۶۲ صفحات پر پھیلی ہوئی ہیں جبکہ بعض تقاریظ کی اشاعت سے طوالت کے سبب معذرت کر لی گئی ہے۔

تصدیقات لکھنے والے بعض تو شروع ہی سے بدعتی ہیں اور بعض جدید قسم کے پروفیسر ہیں۔ پاکستان سے تعلق رکھنے والے جناب صوفی اقبال صاحب، مولانا عبد الحفیظ مکی صاحب، اور حافظ صغیر احمد صاحب وغیرہ جو شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ کے خلفاء میں سے ہیں، لیکن حضرت کی وفات کے بعد انہوں نے محمد علوی صاحب سے اپنی ارادت کا تعلق جوڑ لیا ہے۔ ان میں سے کل یا بعض کی کاوشوں سے پاکستان کے بعض اکابر، مہتمم اور خطیب حضرات سے بھی تصدیقات وتقریظات حاصل ہو گئیں جنہوں نے پڑھے بغیر محض ان حضرات پر اعتماد کیا۔ اور اگر کسی نے کتاب پڑھ کر کچھ تنقید اور تنبیہ کی جیسا کہ حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ نے کی تو ان کی تقریظ کو سرے سے کتاب میں شائع ہی نہیں کیا۔

محمد علوی صاحب نے بہت سی تقاریظ محض اس لیے شائع کی ہیں تاکہ اپنے مخالف سعودی علماء کو یہ تأثر دے سکیں کہ ''تم ہی غلطی پر ہو، ہمیں تو دنیا بھر کے علماء کی تائید حاصل ہے''۔

[ملخصاً از ''علوی مالکی کے عقائد ان کی تحریرات کے آئینے میں'' مولفہ: مفتی عبد الواحد مدظلہم]

فتنہ علوی مالکی اور اکابر علمائے دیوبند:

لیکن اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے دین کی حفاظت کا ذمہ خود لیا ہے۔ سعودی عرب میں بھاری بھرکم تقاریظ کے ساتھ اس کتاب کی اشاعت کے بعد جب محمد علوی صاحب کے حامیوں نے پاکستان میں ''**مفاهیم یجب أن تصحح**'' کا اردو ترجمہ ''اصلاح مفاہیم'' کے نام سے شائع کیا تو اہل حق کو اسی وقت احساس ہو گیا کہ شرک وبدعات کو اصل دین بتا کر پھیلایا جا رہا ہے۔ چنانچہ قائدِ اہلِ سنت حضرت مولانا قاضی

مظہر حسین رحمہ اللہ، شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ، فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی رحمہ اللہ، محقق العصر حضرت مولانا عاشق الٰہی رحمہ اللہ، فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالستار رحمہ اللہ، امینِ ملت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمہ اللہ اور محقق العصر حضرت مولانا مفتی عبدالواحد مدظلہم وغیرہم اکابر نے بروقت غلط نظریات اور ان کے مؤیدین وناشرین کا تعاقب کیا۔ جناب محمد علوی کے مؤیدین حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ کے سلسلے سے منتسب تھے، اللہ جل شانہ نے اس فتنے کا پردہ چاک کرنے کے لیے حضرتؒ کے خلفاء میں سے مولانا محمد اسماعیل بدات مدظلہم، حضرت مولانا عاشق الٰہیؒ اور مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ وغیرہم کو بھی کھڑا کیا جنہوں نے اپنے مضامین وفتاویٰ اور رسائل میں عوام الناس کو اس بات سے بخوبی آگاہ کیا کہ ''اصلاح مفاہیم'' شرک وبدعات پر مبنی عقائد واعمال کا پلندہ ہے جس پر توحید وسنت کا صرف لیبل لگایا گیا ہے۔ ذیل میں اکابر اہل سنت کی مفصل عبارات کے چند اقتباسات پیش کیے جاتے ہیں۔ تفصیلات کے لیے ''محمد علوی مالکی کے نظریات کا تحقیقی جائزہ'' نامی کتاب ملاحظہ فرمائیں۔

دارالعلوم دیوبند کا فتویٰ:

اس حوالہ سے مسلک دیوبند سے وابستہ نظریاتی کارکنوں کے لیے سب سے اہم دارالعلوم دیوبند کا فتویٰ ہے جو شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا رحمہ اللہ ہی کے ایک خلیفہ حضرت مولانا محمد اسماعیل بدات مدظلہم کے استفتاء کے جواب میں دارالافتاء دیوبند سے جاری ہوا۔ اس فتویٰ کے چند اقتباسات یہ ہیں:

''دیوبندیوں کا بریلویوں سے اختلاف فروعی نہیں بلکہ اصولی اور اعتقادی بھی ہے۔

رسالہ ''فیصلہ ہفت مسئلہ''، ''مسلك منقح '' سے پہلے کی تصنیف ہے، اس سے استدلال صحیح نہیں ہے، اور حضرت شیخ سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کے ایسے اقوال ہمارے علم میں نہیں۔

اور بریلویوں کی مجالس میلاد اور عرس وغیرہ میں مصلحتاً شریک ہونا بھی جائز نہیں ہے، اور اس کی ممانعت ''ودوا لو تدهن فيد هنون '' میں مذکور ہے، اور ''لكم دينكم ولی دين '' میں اشارہ بھی اسی طرف ہے، اور حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے امداد الفتاوی: ۳۰۲/۵ میں تحریر فرمایا ہے کہ: ''رسوم بدعات کے مفاسد قابل تسامح نہیں!''

عرس وغیرہ بدعات میں جو لوگ شریک ہوتے ہیں، ان کی بے ضرورت تعظیم وتکریم کرنے والے بھی'' من وقّر صاحب بدعة فقد أعان على هدم الاسلام'' کا مصداق ہیں۔

اور نقشہ نعل مبارک کی کوئی اصل نہیں ہے، اور استبراک اور اس کو چومنا، سر پر رکھنا بے اصل ہے، اور حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے امداد الفتاویٰ: ۳۷۸/۴ میں اپنے رسالہ'' نيل الشفاء بنعل المصطفى'' سے رجوع فرمالیا ہے۔ والله أعلم وعلمه أتم وأحكم!''

مظاہر العلوم سہارنپور کا فتویٰ:

مولانا اسماعیل بدات مدظلہم نے ایک استفتاء مظاہر العلوم سہارنپور بھی بھیجا، انہوں نے بھی محمد علوی صاحب کے مؤیدین کی سختی کے ساتھ تردید کی، ایک اقتباس ملاحظہ ہو!

''آج اگر کوئی شخص یوں کہتا ہے کہ اب بدعتوں کی تردید میں سختی نہ کرنی چاہیے یا مصلحتاً ان کو کسی تاویل سے اپنا لینا چاہیے، ایسا شخص دیوبندی نہیں ہے، اگرچہ اکابر دیوبند سے متعلق ہونے کا مدعی ہو۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی قدس سرہٗ بہت ہی پکے دیوبندی تھے، اپنے اکابرؒ کے مسلک سے سر مو انحراف کرنا انہیں گوارا نہ تھا، ان کی ساری زندگی اوران کی کتابیں اس پر گواہ ہیں، جو کوئی شخص ان کی طرف بدعت کے بارے میں ڈھیلا پن منسوب کرتا ہے، وہ اپنی بات میں سچا نہیں ہے۔''

حضرت قائد اہل سنت رحمہ اللہ:

قائد اہل سنت مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ، علوی مالکی صاحب کے بارے لکھتے ہیں:

''علوی مالکی صاحب نہ صرف کٹر بریلوی ہیں بلکہ فنافی البریلویت ہیں، چنانچہ ایک موقع پر جناب علوی مالکی صاحب نے بریلویوں کی ایک مجلس میں کہا ''سیدی علامہ مولانا احمد رضاخانصاحب فاضل بریلوی کو ہم ان کی تصنیفات اور تالیفات کے ذریعے جانتے ہیں، وہ اہل سنت کے علامہ تھے، ان سے محبت کرنا سنی ہونے کی علامت ہے اوران سے بغض رکھنا اہلِ بدعت کی نشانی ہے''۔[آپ کے مسائل:۱۰/۱۲۲]

حضرت امام اہل سنت رحمہ اللہ:

ایک مرتبہ بندہ ناچیز نے اپنے امجد امام اہلِ سنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ سے جناب محمد علوی مالکی صاحب کی بابت سوال کی تو فرمایا کہ:

''میرا وہی نظریہ ہے جو حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ کا تھا''۔

پھر احقر نے مولانا مفتی عبدالواحد مدظلہم کا ایک رسالہ ''محمد علوی مالکی کے عقائد ان کی تحریرات کے آئینہ میں'' سنایا تو چند عبارتیں سنتے ہی بول اٹھے کہ: ''یہ تو احمد رضا سے بھی بڑا بدعتی ہے۔''

حضرت شہید اسلام رحمہ اللہ:

شہید اسلام مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ اصلاح مفاہیم پر تبصرہ فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

''۱)......''اصلاح مفاہیم'' دراصل بریلوی مکتبِ فکر کے ایک فاضل اور جناب احمد رضاخانصاحب بریلوی کے ایک غالی عقیدت مند کی تالیف ہے، جو بریلوی عقائد ونظریات کی اشاعت کے لیے مرتب کی گئی ہے۔

۲)......اس کتاب کا مدعا صرف سلفیوں کے تشدد کی اصلاح نہیں بلکہ اس کا اصل ہدف دیوبندی حضرات

کے مقابلہ میں بریلوی حضرات کے نقطۂ نظر کی بھرپور حمایت و تائید ہے۔

۳)......(کتاب میں بارہا مستعمل) جاہل، غبی، کم فہم، بدفہم اور متعنت وغیرہ الفاظ کے تکرار سے مقصود دراصل اکابر دیوبند (قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ سے ہمارے شیخ برکۃ العصر مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی رحمہ اللہ تک تمام اکابر) کی تجہیل و تحمیق ہے۔

۴)......جناب مصنف نے دیوبندی حضرات کی تقریظوں کا جو انبار لگایا ہے اس کی اصل غرض بھی ظاہر ہوتی ہے کہ تقریظات کا یہ اہتمام دراصل اکابر دیوبند کے خلاف خود دیوبندی حضرات سے ''اجتماعی فتویٰ'' لینا ہے، تا کہ یہ تمام تقریظ کنندگان بھی اپنے اسلاف کو جاہل و نادان قرار دینے میں متفق ہو جائیں۔

[آپ کے مسائل اور ان کا حل:۱۰/۱۱۵]

ایک صاحب کے خط کے جواب میں حضرت شہید رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

''اصلاحِ مفاہیم کے ذریعے ان حضرات (صوفی اقبال صاحب، مولانا عبدالحفیظ مکی صاحب) نے دیوبندی حلقہ کی اصلاح کا بیڑا اُٹھایا ہے، جس کا مطلب یہ ہوا کہ دونوں فریقوں کے درمیان اختلاف و نزاع کا جو میدانِ کارزار پون صدی سے گرم رہا ہے، اس میں غلطی اکابرِ دیوبند ہی کی تھی، اب یہ حضرات چاہتے ہیں کہ دیوبندیوں کو اُن کی غلطی کا احساس دلا کر اس غلطی کی اصلاح پر آمادہ کیا جائے۔'' [ص:۱۱۸]

حضرت مولانا نور محمد تونسوی رحمہ اللہ:

وکیلِ احناف، ترجمانِ دیوبند، ہمارے محبوب و محسن بزرگ حضرت مولانا نور محمد تونسوی رحمہ اللہ تعالیٰ تو اکابر علمائے دیوبند کی ہر رائے اور ہر موقف پر دل وجان سے قائم و دائم تھے۔ کبھی بھی اس سے سرمو انحراف کا نہیں سوچا۔ جناب محمد علوی سے متعلق بھی ان کی رائے وہی تھی جو مذکورہ بالا اکابر کی تھی۔ چنانچہ ''امام اہل سنت نمبر'' میں اکابر کے موقف کی وضاحت کے بعد بندہ ناچیز پر دباؤ بڑھا تو انہوں نے دباؤ ڈالنے والے بزرگوں کو ایک مکتوب گرامی ارسال فرمایا: الفاظ تو بندہ کو یاد نہیں، مفہوم یہ تھا:

''جناب محمد علوی مالکی صاحب کو ہمارے اکابر نے ان کے غلط نظریات کی بنا پر اہل سنت سے خارج قرار دیا۔ اور ان کے نظریات کی تائید کرنے والوں پر بھی یہی حکم لگایا۔ اس لیے اکابر اہل سنت کی اس فتنہ سے متعلق تحریرات کی رعایت رکھے بغیر (ان کو نظر انداز کرتے ہوئے) کوئی بھی اقدام درست نہیں ہوگا۔''

ایک مقام پر خود تحریر فرماتے ہیں:

''بعض ایسے ہیں جنہوں نے محمد علوی مالکی کی بیعت کر کے گویا بریلویت اپنا رکھی ہے۔'' [صفدر، ش:۱۸]

کراچی کے ایک عالم، حضرت رحمہ اللہ کو سالانہ تقابل ادیان کورس میں شرکت کی دعوت دیا کرتے تھے، ایک مرتبہ حضرت رحمہ اللہ نے دیکھا کہ اُن کے مدرسہ کی دیوار جہاں حضرت امام اہل سنتؒ اور حضرت

شہید اسلامؒ کا نام لکھا تھا، وہیں علوی مالکی مؤیدین میں سے بھی ایک صاحب کا نام لکھا ہوا ہے تو فرمایا:

''اللہ کے بندے! اس کا نام کیوں لکھا؟ یہ تو بریلوی ہے۔!!''

حضرت جلال پوری شہید رحمہ اللہ:

شہید ناموس رسالت، محقق العصر، جانشین حضرت شہید اسلام، ہمارے محبوب حضرت مولانا سعید احمد جلال پوری شہید رحمہ اللہ بھی اپنے مرشد وشیخ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اکابر کے دامن سے ہی وابستہ رہے۔ چنانچہ جب بندہ نے فتنہ علوی مالکی سے متعلق اکابر کا موقف ''امام اہل سنت نمبر'' میں شائع کیا اور بعض حضرات نے دوسرے ایڈیشن سے اسے خارج کرنے کا ''حکم'' دیا تو بندہ نے حضرت جلال پوری شہیدؒ سے اس بابت مشاورہ کیا۔ مجھے فرمایا:

''آپ کو سر مضبوط کرنا چاہیے! اور اسے ہرگز نہ نکالنا چاہیے۔''

مولانا طلحہ کاندھلوی مدظلہم کا حکم اور حضرت امام اہل سنتؒ کا فرمان:

پھر حضرت جلال پوری شہیدؒ نے حضرت امام اہل سنت علیہ الرحمۃ کا فرمان سنایا کہ:

''حضرت شہید اسلام مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ کی شہادت کے بعد مولانا محمد طلحہ صاحب مدظلہ [انڈیا والوں] نے مجھے خط کے ذریعے اور پھر ایک ملاقات میں بالمشافہ 'حکم' فرمایا کہ ''اب اس (علوی مالکی صاحب، مولانا عبدالحفیظ مکی صاحب اور مولانا ہزاروی صاحب والے) سلسلے کو بند کر دیا جائے۔ میں (مولانا جلالپوری شہید) نے آپ کے دادا حضرت امام اہل سنت علیہ الرحمۃ سے ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا کہ:

''بزرگوں کا حکم اپنی جگہ، لیکن حقیقت اپنی جگہ، یہ ایک حقیقت ہے، اور آنے والی نسلوں تک اپنے بزرگوں کے عقائد ونظریات اور ان کے مؤقف ومسلکی ذوق کو پہنچانا اور حقائق سے آگاہ کرنا ہماری ذمہ داری ہے۔''

اسی دوران بعض حضرات نے بندہ پر اس مضمون سے رجوع کے لیے دباؤ ڈالا تو راقم نے حضرت جلالپوری شہید رحمہ اللہ کو خط لکھ کر آگاہ کیا۔ انہوں نے جواب میں تحریر فرمایا:

''برادر عزیز سلمہ اللہ العزیز السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اگر آپ نے اس مضمون میں کوئی بات خلاف واقعہ لکھی ہے اور اس کی کسی نے نشاندہی فرمائی ہے تو اس پر معذرت کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور اگر اس کے مضامین حقیقت پر مبنی ہیں تو معذرت چہ معنی دارد؟''

آخر میں لکھا کہ:

''(آئندہ ایڈیشن میں وضاحت کرتے ہوئے یہ لکھ دیا جائے تو بہتر ہوگا کہ) ہم نے اس قضیہ کا تذکرہ اپنے اکابر کے مسلکی ذوق اور تاریخی حقائق کو بیان بلکہ اگلی نسلوں تک پہنچانے کے لیے کیا ہے، ہماری دوسری کوئی نیت نہ تھی نہ ہے۔ واللہ اعلم'' سعید احمد ۱۶ / ۱ / ۳۱ھ

موجودہ علماء واکابر:

گزشتہ سطور میں جناب علوی مالکی کے بارے اُن حضرات کی رائے نقل کی گئی جو اس دنیا سے جا چکے ہیں۔اُن میں سے اکثر کے اَخلاف بھی الحمدللہ اُنھی کے نقشِ قدم پر قائم ودائم ہیں۔چنانچہ

......شیخ الحدیث حضرت مولانا فضل الرحمٰن دھرم کوٹی مدظلہم [شیخ الحدیث: جامعہ صدیقیہ، بہاول پور]

......حضرت مولانا مفتی محمد انور اوکاڑوی مدظلہم [رئیس: تخصص فی الدعوۃ والارشاد، جامعہ خیر المدارس، ملتان]

......حضرت الشیخ مولانا حبیب الرحمٰن سومرو مدظلہم [شیخ الحدیث: جامعہ مظہریہ حسینیہ، جھہان، سندھ]

......حضرت مولانا مفتی عبدالواحد صاحب مدظلہم [رئیس: دارالافتاء جامع مسجد الہلال، لاہور]

......حضرت مولانا مفتی عبدالقدوس ترمذی مدظلہم [مدیر: جامعہ حقانیہ، ساہیوال، سرگودہا]

......شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی جمیل الرحمٰن مدظلہم [شیخ الحدیث ومدیر: جامعہ عربیہ اظہار الاسلام، چکوال]

......حضرت مولانا جمیل الرحمٰن عباسی مدظلہ [مدیر: مجلّہ صفدر، مجلّہ تسکین الصدور، مجلّہ النجوم]

وغیرہم حضرات کا بھی بعینہٖ یہی موقف اور نظریہ ہے۔ مذکورہ بالا اکثر حضرات کے ایک اجتماعی مکتوب کا اقتباس ملاحظہ ہو!

''شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ کی وفات کے بعد اُن کے متعلقین میں سے بعض حضرات، حضرت مولانا عبدالحفیظ مکی صاحب، حضرت مولانا عزیز الرحمٰن ہزاروی صاحب وغیرہما نے معروف ومشہور اور متعصب بریلوی عالم جناب محمد علوی مکی مالکی صاحب سے اپنا تعلق جوڑ لیا تھا۔اور غلط نظریات پر مشتمل اُن کی ایک کتاب ''مفاهيم يجب أن تصحح......'' پر دھوکہ دہی سے پاکستان ودیگر ممالک کے اکابر کی تقاریظ بھی لے لی تھیں، بعد میں اُس کا اردو ترجمہ ''اصلاح مفاہیم'' کے نام سے پاکستان میں شائع کرایا تھا۔''

اس کے علاوہ بھی متعدد مقامات پر ان حضرات کے موقف کی صراحت موجود ہے۔طوالت کے خوف سے سب کا درج کرنا ممکن نہیں۔

رسالہ ''اکابر کا مسلک ومشرب'':

مولانا عبدالحفیظ مکی صاحب اور مولانا عزیز الرحمٰن ہزاروی صاحب نے محمد علوی صاحب کی کتاب کا اردو ترجمہ ''اصلاح مفاہیم'' کے نام پاکستان میں شائع تو کرایا ہی تھا......مولانا عزیز الرحمٰن ہزاروی مدظلہ نے ایک قدم آگے بڑھاتے ہوئے انہی بریلوی عقائد ونظریات پر مشتمل ایک رسالہ خود ترتیب دے کر شائع کیا جس کا نام ''اکابر کا مسلک ومشرب'' رکھا، جس کا تحقیقی اور مدلل جواب فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی رحمہ اللہ نے ''رسالہ اکابر کا مسلک ومشرب پر ایک تحقیقی نظر'' کے نام سے دیا۔ جسے ''جامعہ خالد بن ولید'' ٹھنگی کالونی ضلع وہاڑی کے مدیر حضرت مولانا ظفر احمد قاسم صاحب مدظلہ نے شائع کیا۔اسی کی

ابتداء میں حضرت ترمذی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

''کچھ عرصہ سے ایک رسالہ ''اکابر کا مسلک ومشرب'' کے نام سے شائع ہو رہا ہے، جس کے سرورق پر لکھا ہوا ہے: مرتبہ پیر طریقت حضرت مولانا عزیز الرحمٰن ہزاروی دامت برکاتہم سنی، حنفی، چشتی، قادری، نقشبندی، خلیفہ مُجاز قطب الاقطاب حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی قدس سرہ۔ دیکھ کر تعجب ہوا کہ ہمارے اکابر کی طرف وہ مسلک ومشرب اس رسالہ میں منسوب کیا جا رہا ہے جس کی ہمارے اکابر ہمیشہ پرزور تردید کرتے رہے ہیں اور کتب فتاویٰ نیز دوسری کتابیں اس مسلک ومشرب کی تردید سے بھری پڑی ہیں، اور تمام عمر ہمارے حضرات اکابر کی ان بدعات ومخترعات کی تردید میں ہی گزری ہے ان کو ان کا عامل یا قائل قرار دینا نہایت درجہ جائے تعجب ہے''۔[ص:۱۰]

قائد اہل سنت مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ رسالہ کے پیش لفظ میں تحریر فرماتے ہیں:

''مولانا عزیز الرحمٰن صاحب کے رسالہ کا اصل موضوع دیوبندی بریلوی اتحاد ہے چنانچہ لکھتے ہیں: ''انگریز کے خلاف جنگ آزادی کے بعد اہل السنۃ والجماعۃ میں دو گروہ بن گئے، جو حقیقت میں اصول وفروع کے اعتبار سے ایک ہی تھے، اگرچہ آپس میں مزاج ومشرب میں معمولی فرق تھا''...مسلک، ط: سوم ص:۲۸

[ایضاً ص:۵]

فقیہ العصر حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہ لکھتے ہیں:

''احقر کے نزدیک مجموعی حیثیت سے سارا ہی رسالہ (''اکابر کا مسلک ومشرب'') دفن کرنے کے قابل ہے، اس سے سراپا بریلویت پھیلے گی، اس کا شائع کرنا حرام ہے۔''

[ماہنامہ ''حق چاریارؓ'' لاہور......جلد ۸، شمارہ ۱۲......دسمبر ۱۹۹۵ء]

مولانا عزیز الرحمٰن ہزاروی صاحب کا رجوع:

ان بزرگوں کی طرف سے بھرپور مخالفت اور بار بار رجوع کے مطالبے کے بعد مولانا عزیز الرحمٰن ہزاروی صاحب نے محمد علوی صاحب کی کتاب ''مفاہیم'' پر اپنی تائید وتقریظ، اور اپنے رسالہ ''اکابر کا مسلک ومشرب'' سے بایں الفاظ رجوع کیا کہ: ''اگر اس رسالہ میں کوئی بات اکابر علمائے دیوبند کی تحقیقات کے خلاف ہے تو میں اس سے رجوع کرتا ہوں۔'' جس پر بہت سے حضرات نے اس کی حوصلہ افزائی کے ساتھ ساتھ یہ بھی مطالبہ کیا کہ رجوع کے ساتھ ''اگر'' کی شرط لگانا رجوع کی روح کے خلاف اور بات کو مشکوک بنانے والا معاملہ ہے، لہٰذا آپ اپنے رجوع کو واضح الفاظ کے ساتھ تحریر فرما دیں۔ لیکن مولانا عزیز الرحمٰن صاحب آج تک اس کے لیے تیار نہیں ہوئے کہ وہ اکابر دیوبند کا واقعی مسلک بیان کر کے علوی مالکی صاحب کے نظریات کی تردید کریں۔

مولانا ہزاروی صاحب کے رجوع پر اس قضیہ سے متعلق اکثر اکابر کو اطمینان اس لیے نہیں تھا کہ مولانا ہزاروی صاحب نے ''اختلاف وانتشار سے بچنے'' کی خاطر رجوع کیا تھا (جو اگرچہ مستحسن امر ہے۔) لیکن ''علوی مالکی نظریات سے براءت اور رجوع'' نہیں کیا جو ضروری اور اہم ہے۔ چنانچہ مختلف حضرات نے اِس طرف بار بار توجہ دلائی کہ آپ علوی مالکی صاحب کے غلط نظریات اور ان کی تائید سے رجوع فرمائیں۔ لیکن مولانا ہزاروی نے نہ علوی مالکی صاحب کو بدعتی تسلیم کیا اور نہ اُن کے نظریات کو خلافِ اہل سنت۔ اور اس کے لیے وہ آج تک بھی تیار نہیں۔

ابھی حال ہی میں بعض لوگوں نے مولانا ہزاروی صاحب کو مکمل رجوع پر آمادہ کرنے کا بیڑہ اٹھایا تو احقر نے حضرت دھرم کوٹی مدظلہم، حضرت اوکاڑوی مدظلہم، حضرت تونسوی ؒ، حضرت شیخ سومرو مدظلہم، حضرت ترمذی مدظلہم، حضرت مفتی عبدالواحد مدظلہم اور مولانا مفتی جمیل الرحمٰن مدظلہم وغیرہم سے مشورہ کیا۔ سب نے مولانا عزیز الرحمٰن صاحب ہزاروی کے 'رجوع نامہ' کے قابلِ قبول ہونے کے لیے درجِ ذیل شرائط کو ضروری قرار دیا:

''۱......علوی مالکی صاحب کے نظریات کے بارے میں صراحتاً فرمائیں کہ ان کے نظریات اہل السنۃ والجماعۃ کے خلاف تھے۔

۲......اُن نظریات کی بنا پر خود علوی مالکی صاحب بدعتی اور اہل السنۃ والجماعۃ سے خارج ہیں۔

۳......''اصلاحِ مفاہیم'' اور ''اکابر کا مسلک ومشرب'' میں درج نظریات یقینی طور پر غلط اور اکابر دیوبند کے نظریات کے خلاف ہیں۔

۴......اُن نظریات کی، حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمہ اللہ کی طرف نسبت بھی درست نہیں۔

۵......اُن نظریات کے مقابل اکابر دیوبند کا واقعی اور حقیقی موقف ومسلک بھی بیان کیا جائے۔ یا کم از کم ان تمام بزرگوں کے نام لکھ کر ان کے موقف سے مکمل اتفاق کا اظہار کیا جائے جنہوں نے اس قضیہ میں علوی مالکی نظریات کی مخالفت اور مسلکِ دیوبند کی ترجمانی کی۔

۶......اُن نظریات کے تمام مؤیدین حضرات سے قطع تعلق کیا جائے۔

۷......'اجتماعی' ذکر بالجہر اور اس کے لیے تداعی کا سلسلہ ختم کیا جائے۔''

فتنہ علوی مالکی اور اس کے متعلقات کے بارے مفصل ومدلل مباحث ومعلومات کے لیے درجِ ذیل تحریرات ملاحظہ فرمائیں:

قائد اہل سنت مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ کی تحریرات:

......جوابی مکتوب بنام مولانا عزیز الرحمٰن...... فیصلہ ہفت مسئلہ پر حضرت گنگوہی کی رائے......نقشہ نعل

شریف......محفل میلاد و کانفرنس وجلسہ کا حکم......ارواح سے استمد ادو استغاثہ......ارواح کی آزادی......روح نبوی کا حاضر و ناظر ہونا......مکی مالکی کا تعارف...... مالکی قادری بھائی بھائی......اصلاح مفاہیم پر تبصرہ......حضرت تھانوی کا ہفت مسئلہ رجوع......مجلس ذکر اور اس کے لیے تداعی کا حکم۔

فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبد الشکور ترمذی رحمہ اللہ کی تحریرات:

اصلاح مفاہیم پر ایک تحقیقی نظر......عرس و مروجہ مجالس میلاد شریف......فیصلہ ہفت مسئلہ اور اکابر دیوبند......نعال شریف......حقیقت حال۔

امین ملت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمہ اللہ کی تحریرات:

دیوبندی، بریلویوں کی نظر میں......اہل السنۃ والجماعۃ اور بریلوی اختلاف کی حدود......رسالہ مسلک ومشرب پڑھنے والے کا تاثر......کیا کھویا کیا پایا؟......قصہ ہفت مسئلہ کا......کچھ مکاشفات کے بارے میں......

مولانا مفتی عبد الواحد مد ظلہم کی تحریرات:

......داستان عبرت نمبر ایک...... داستان عبرت نمبر ۲......اصلاح مفاہیم پر ایک نظر......ہمارے اکابر کا اصل مسلک......رسالہ اکابر کا مسلک ومشرب کے تیسرے ایڈیشن پر ایک نظر......مکتوبات......محمد علوی مالکی کے عقائد، ان کی تحریرات کے آئینے میں......مجالس ذکر کی شرعی حیثیت......مولانا عزیز الرحمٰن ہزاروی کا رجوع نامہ، ایک نظر۔

متفرق تحریرات:

مکتوب بنام مولانا عبد الحفیظ مکی صاحب......مکتوب بنام مولانا سمیع الحق صاحب (از: محقق العصر حضرت مولانا عاشق الٰہی رحمہ اللہ)......مولانا علوی مالکی کی تضاد بیانیاں (از: فقیہ العصر مولانا مفتی عبد الستار رحمہ اللہ)...... اکابر کا مسلک ومشرب پر مختصر تبصرہ (از: مولانا محمد الیاس فیصل)......فتنہ علوی مالکی اور امام اہل سنتؒ (از: حمزہ احسانی) ......اعتراضات کے جوابات (از: حمزہ احسانی)......(حضرت شہید اسلام کی تحریرات کی فہرست آگے آرہی ہے۔)

اس مسئلہ سے متعلق تمام تحریرات کا مجموعہ ''فتنہ علوی مالکی کا تحقیقی جائزہ'' نامی کتاب میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔

آمدم برسر مطلب:

گزشتہ صفحات میں ہم نے فتنہ علوی مالکی اور اس کے تعاقب میں اکابر اہل سنت کی کاوشوں کا تعارف قارئین کی خدمت میں پیش کر دیا ہے، ان تحریرات سے اِس فتنہ کے خلاف کام کی اہمیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ سر دست ہمیں اس بات پر احتجاج اور شدید احتجاج کرنا ہے کہ بدقسمتی سے حضرت شہید اسلام رحمہ اللہ کی مشہور زمانہ کتاب ''آپ کے مسائل اور ان کا حل'' کے ناشرین (مکتبہ لدھیانوی، کراچی) نے ''آپ کے مسائل اور ان کا حل'' میں موجود فتنہ علوی مالکی سے متعلق حصہ کو جدید ایڈیشن سے خارج

کر دیا ہے۔ یہ حصہ قدیم ایڈیشن کی جلد نمبر دس کے صفحہ نمبر ۱۰۰ سے لیکر صفحہ نمبر ۲۲۶ تک تقریباً سوا سو صفحات پر پھیلا ہوا تھا۔ اور اس حصہ کے ساتھ دسویں جلد کی ضخامت پانچ سو سے زائد صفحات پر مشتمل تھی۔ جبکہ ترمیم شدہ ایڈیشن کے کل صفحات ۳۹۰ ہیں۔ اِس ایڈیشن میں کمپوزنگ کے اضافی پھیلاؤ کو ختم، فہرست کو دوسطری اور سطور کو باہم قریب کر کے جہاں حجم کم کرنے کی سعی مفید کی گئی، وہیں صریح ناانصافی سے کام لیتے ہوئے اس حصہ کے ۱۲۵ر صفحات کو بھی حذف کر دیا گیا۔

یعنی غیر تخریج شدہ (قدیم) ایڈیشن کے مطابق جلد نمبر ۱۰ صفحہ نمبر ۱۰۰ر تا ۲۲۶ ...... ''علامات قیامت'' کے بعد اور ''سایۂ اصلی کا مفہوم'' سے پہلے ''کچھ اصلاح مفاہیم کے بارے میں'' عنوان کے تحت ایک سو پچیس (۱۲۵) صفحات پر مشتمل تمام بحث خارج کر دی گئی ہے۔

جبکہ تخریج شدہ ایڈیشن (طبع اول ۲۰۱۱ء) کے مطابق جلد نمبر ایک، صفحہ نمبر ۴۷۷ر تا ۵۴۳ ''سنت وبدعت'' کے باب میں ''قبروں پر پھول ڈالنا بدعت ہے'' کے بعد اور ''منت ماننا کیوں منع ہے؟'' سے پہلے ''اصلاح مفاہیم'' کے عنوان کے تحت تقریباً پینسٹھ (۶۵) صفحات پر مشتمل بحث۔ طبع ثانی (۲۰۱۳ء) سے خارج کر دی گئی ہے۔

اس حصہ میں شامل مرکزی عنوان (کچھ اصلاح مفاہیم کے بارے میں) کی ذیلی سرخیاں درجِ ذیل ہیں:

پہلا خط......دوسرا خط......تیسرا خط......ضمیمہ جات......قاضی مظہر حسین مدظلہ کے انکشافات...... ماہنامہ حق چاریار کا عکس......مکی مالکی کٹر بریلوی ہیں...... بارگاہ رضویت سے عقیدت......امام احمد رضا فاضل بریلوی سے عقیدت......مولانا ضیاء الدین قادری سے تعلق......تبصرہ......اکابر دیوبند مولانا احمد رضا خان کی نظر میں ......قولِ فیصل......فضیلۃ الشیخ ملک عبدالحفیظ مکی کا خط......راقم الحروف کا جواب......مولانا زرولی خان کا خط ......راقم الحروف کا جواب...... جناب محمد ابوزبیر سکھر کا خط......محمد ابوزبیر سکھروی کے خط کا جواب...... جناب اختر علی عزیزی کا خط...... جناب اختر علی عزیزی کے خط کا جواب......مولانا عزیز الرحمٰن کے ایک مرید کے خط کا جواب......دیوبندی بریلوی اختلاف حقیقی یا فروعی؟ دار العلوم دیوبند کا فتویٰ......مظاہر العلوم سہارنپور کا فتویٰ......**سبحانک ھذا بھتان عظیم.**

اِن عنوانات کے تحت سوا سو صفحات پر پھیلی ہوئی بحث کے چند اقتباسات مجلّہ ''صفدر'' کے کسی سابقہ شمارے میں جناب محمد زبیر سعیدی صاحب کے مضمون میں آ چکے ہیں، آخری پیراگراف یہ ہے:

حضرت شہیدِ اسلام لکھتے ہیں:

''میں آج بھی علوی مالکی کو بریلوی عقیدہ کا حامل اور مبتدع سمجھتا ہوں۔ میں نے آج تک اُس کی شکل نہیں دیکھی اور نہ ہی دیکھنا چاہتا ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ سے بدعت وھویٰ کے فتنہ سے پناہ مانگتا ہوں اور خاتمہ بالخیر

کی دعا کرتا ہوں۔''[آپ کے مسائل:۲۲۶/۱۰]

حضرتؒ کی تحریرات سے یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہوجاتی ہے کہ حضرت شہید اسلام رحمہ اللہ تعالیٰ

۱۔محمد علوی مالکی کو بریلوی اور بدعتی سمجھتے تھے۔

۲۔اس کے نظریات کو اکابر دیوبند خصوصا حضرت شیخ الحدیثؒ کے خلاف خیال کرتے تھے۔

۳۔محمد علوی مالکی کی شکل بھی نہیں دیکھنا چاہتے تھے۔

ایک بے بنیاد الزام اور حقیقتِ حال:

بعض حضرات کو بندہ ناچیز نے یہ کہتے ہوئے خود سنا کہ محمد علوی مالکی کے متعلق حضرت شہید اسلام رحمہ اللہ نے جو کچھ لکھا، محض نجی خطوط میں لکھا، کبھی ان کو شائع نہیں فرمایا، اور نہ ہی اُن کی اشاعت کا ارادہ تھا، اور نہ اسے وہ پسند فرماتے تھے۔ یہ تو بعد میں مولانا سعید احمد جلال پوری شہیدؒ نے شامل کردیئے۔ لہٰذا اِس حصہ کی اِشاعت کی کوئی ضرورت نہیں۔ یہ حضرت شہید اسلام رحمہ اللہ کی منشا کے خلاف ہے۔

حالانکہ ماہنامہ ''بینات'' کے قدیم قارئین اس حقیقت سے خوب واقف ہیں کہ حضرت شہید اسلام رحمہ اللہ کی حیات بابرکات میں ہی ماہنامہ ''بینات'' میں اس قضیہ سے متعلق حضرتؒ کی تحریرات شائع ہوئیں۔اس کی صراحت مختلف لوگوں کی طرف سے لکھے گئے خطوط میں بھی موجود ہے۔اور بینات کے ریکارڈ میں بھی۔ چنانچہ مولانا عبدالحفیظ مکی صاحب حضرت شہید اسلام رحمہ اللہ کے نام اپنے مکتوب میں لکھتے ہیں:

''کچھ دنوں قبل لندن پہنچا تھا، وہاں کچھ دوستوں نے رسالہ ''بینات'' محرم الحرام ۱۴۱۶ھ جس میں آں مخدوم کا مضمون بعنوان ''کچھ اصلاح مفاہیم کے بارے میں'' دیکھا پڑھا۔''[آپ کے مسائل،۱۳۳/۱۰]

بینات کے ایک اور قاری جناب اختر علی عزیزی صاحب لکھتے ہیں:

''اس شمارہ محرم الحرام میں آپ کا مضمون ''کچھ اصلاح مفاہیم کے بارے میں'' نظر سے گذرا''[۲۰۷/۱۰]

ان صراحتوں کے باوجود اس قسم کا بے بنیاد الزام لگانا اور یہ دعویٰ کرنا کہ حضرت شہید اسلام رحمہ اللہ اس کی اِشاعت کے حق میں نہیں تھے، سراسر غلط اور حقائق کا منہ چڑانے کے مترادف ہے۔

اور ناشرین میں ایک صاحب کا یہ کہنا بھی انتہائی مضحکہ خیز ہے کہ: ''ملکی حالات کی بناپر ہم نے اِس اختلافی حصہ کو خارج کیا ہے، کیونکہ اس کی وجہ سے کتاب پر پابندی کا خطرہ ہے۔'' کیونکہ ملکی حالات تو سانحۂ پشاور[دسمبر۲۰۱۴ء] کے بعد سنگین ہوئے، جب کہ یہ حصہ ۲۰۱۱ء اور ۲۰۱۳ء کے ایڈیشن سے نکالا گیا۔

احتجاج، احتجاج، احتجاج!!!

''آپ کے مسائل اور ان کا حل'' کے ناشرین (ارباب مکتبہ لدھیانوی) نے حضرت شہید اسلام رحمہ اللہ کی عبارات خارج کرکے نہ صرف انتہائی ناانصافی اور بددیانتی کا ثبوت دیا ہے، بلکہ حضرت کی روح

مبارکہ کو اذیت میں مبتلا کرنے کے ساتھ ساتھ حضرت کے لاکھوں متعلقین ومحبین کا دِل بھی دُکھایا ہے۔ اکابر دیوبند کے مسلک ومشرب سے بغاوت اور روگردانی بھی کی ہے اور اسلاف اہل سنت کی مسلکی امانت پر شب خون بھی مارا ہے۔ بزرگانِ اسلام کے مسلکی ذوق پر حملہ بھی کیا اور علمائے امت کے تاریخی ورثے کو مٹانے کی نامبارک کوشش بھی کی ہے۔ حقائق کو چھپانے کی سعی مذموم بھی کی ہے اور حضرت شہید اسلام کے ساتھ خیانت بھی۔ حضرت جلال پوری شہید رحمہ اللہ کی روح کو بھی تڑپایا ہے اور دیگر اکابر امت کی ارواح کو بھی دکھی کیا ہے۔

اگر یوں ہی ''بزرگ'' نما لوگ اثر انداز ہوکر اکابر اہل سنت کی کتابوں سے عبارات نکلواتے رہے تو ہمارے پاس باقی کیا رہ جائے گا؟ اکابر کی تحقیقات، اُن کا مسلکی ذوق اور اُن کا مشرب ہمارا کل سرمایہ ہے، اگر اِس سے ہمیں محروم کردیا گیا تو آنے والی نسلوں کے ایمان کی سلامتی کی کوئی گارنٹی نہیں دی جاسکتی۔ آج علوی مالکی کے حامیوں نے یہ حصہ نکلوادیا، کل کو خدانخواستہ مودودی اثر انداز ہوکر، بھاری بھرکم خلافت دے کر اپنے خلاف عبارات نکلوادیں گے، پرسوں بریلویوں سے خلافت لے کر بدعات کا حصہ نکل جائے گا اور یوں رفتہ رفتہ نہ صرف ''آپ کا مسائل'' اپنی منفرد شان کھو بیٹھے گی بلکہ دیگر اکابر کی عبارات بھی عدم استحکام کا شکار ہوجائیں گی۔

مکتبہ لدھیانوی کی اس جسارت اور بدترین خیانت پر ہم سراپا احتجاج ہیں اور پرزور مطالبہ کرتے ہیں کہ نہ صرف آئندہ ایڈیشن میں اس حصہ کو مکمل طور پر شامل کیا جائے بلکہ اس کی اہمیت کے پیش نظر اسے الگ بھی شائع کیا جائے، تاکہ سابقہ جرم عظیم کی تلافی ممکن ہو۔

ارباب مکتبہ سے گزارش ہے کہ: خدارا! امت کے حال پر رحم فرمائیں اور ہماری درخواست کو قبول فرماتے ہوئے حضرت شہید اسلام سمیت جملہ اکابر کی ارواح کی تسکین کا سامان بھی کریں اور اپنی آخرت بھی خراب ہونے سے بچائیں۔ بزرگان دیوبند سے وابستہ اصحاب علم وتحقیق اور ارباب فتویٰ سے بھی ہماری مؤدبانہ گزارش ہے کہ وہ اس ناانصافی کا نوٹس لیتے ہوئے اکابر اہل سنت کی علمی وتحقیقی میراث کی حفاظت کی ہرممکن کوشش فرمائیں۔ اللہ پاک توفیق عمل نصیب کرے۔ اور ہم سب کو اکابر اہل سنت کے نقش قدم پر مضبوطی سے قائم ودائم رکھے۔ آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم ☆☆☆☆

درخواستِ دعا واعلان

۹؍فروری کو میرا ۲۲؍سالہ بھانجا محمد ندیم رضائے الٰہی سے وفات پاگیا۔ قارئین سے درخواست دعا ہے۔

مجلّہ صفدر شمارہ ۴۸؍ص: ۴۹ پر غلطی سے ایضاح الأدلۃ کی بجائے ''ادلہ کاملہ'' لکھا گیا۔ صحیح عبارت یوں ہے:

''لہٰذا ایضاح الادلہ میں مذکور نادانستہ غلطی کو بھی جھوٹ یا تحریف قرار دینا غلط ہے۔''

از:......(مولانا مفتی) رب نواز (حفظہ اللہ)

کچھ دیر حدیث کے ساتھ

مولانا ابو الحسن بھٹی

مسند ابی حنیفہ کی ایک حدیث اور اس کی تشریح

أبو حنيفه عن زياد عن المغيرة: قال كان رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم يقوم عامة الليل حتى تورمت قدماه، فقال له أصحابه: أليس قد غفرلك ماتقدم من ذنبك وماتأخر؟ قال: أفلا أكون عبدًا شكورًا.[مسندابی حنیفه ، بروایة الحصکفی،ص:۹۶]

ابوحنیفہ زیاد سے وہ مغیرہ سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کا اکثر حصہ قیام کرتے تھے یہاں تک کہ آپ کے دونوں قدم سوج گئے۔ انہیں ان کے صحابہ نے کہا: کیا آپ کی اگلی پچھلی خطائیں نہیں بخش دی گئیں؟ آپ نے فرمایا: کیا میں اللہ کا شکرگزار بندہ نہ بنوں؟

فقہ الحدیث:

(۱)......رات کے قیام سے مراد رات کو نماز پڑھنا ہے۔ رات بھر سوتے رہنے کے بجائے اس کا کچھ حصہ نماز میں گزارنا بہتر ہے۔ اگر زیادہ نہ ہوسکے تو نماز تہجد کا اہتمام تو کر ہی لینا چاہیے۔

(۲)......آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کا غالب حصہ جاگتے تھے، لہٰذا وہ لوگ خوش نصیب ہیں جنہیں رات کا اکثر حصہ عبادت کی توفیق ہوجاتی ہے۔

(۳)......اس حدیث میں اکثر رات عبادت کرنے کی بات ہے، جب کہ دوسری حدیثوں میں ساری رات جاگ کر عبادت کرنا بھی ثابت ہے۔ تمام حدیثیں اپنی اپنی جگہ پر صحیح ہیں کہ آپ رات بھر بھی جاگے ہیں اور رات کا اکثر حصہ عبادت بھی آپ کا معمول رہا ہے۔

(۴)......قدم کے سوج جانے سے ثابت ہوتا ہے کہ تھکا دینے والی عبادت کرنا بھی درست ہے، لہٰذا بزرگانِ دین اور اولیاء کرام کی کثرتِ عبادت پر اعتراض نہیں کرنا چاہیے۔

(۵)......قدم سوجنے کی وجہ بظاہر مقدار کی زیادتی ہے یعنی لمبی لمبی رکعتیں پڑھنا ہے، اگر چہ رکعتوں کی تعداد کم ہو، اس لیے طویل ترین رکعتوں پر مشتمل نفلوں کا جواز یہاں سے نکلتا ہے اور نفلوں کی تعداد میں زیادتی یعنی کثرتِ نوافل حدیثِ نبوی: "عليك بكثرة السجود" کثرت سے سجدے کرنا لازم کرلو' سے ثابت ہے۔[مسلم]

☆......آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بخشے بخشائے ہونے کے باوجود رات کو عبادت میں مشغول ہیں تو امت کو بطریق اولیٰ عبادت میں مشغول ہونے کی ضرورت ہے۔

☆......آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو تھکا دینے والی عبادت کریں اور امتی سے فرض نماز بھی نہ پڑھی جاسکے تو یہ کس قدر دکھ کی بات ہے!؟

☆......آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس قدر عبادت کرتے ہیں کہ پاؤں مبارک پر ورم آجاتا ہے، پھر بھی آپ کو عبادت معاف نہیں ہوئی بلکہ موت تک عبادت [تکلیفی ،لہٰذا برزخی عبادت کی نفی نہ کشید کی جائے] کا حکم دیا گیا ہے۔[سورۃ حجر: آیت......] لہٰذا بعض ملنگ قسم کے لوگوں یا ان کے معتقدین کا یہ کہنا غلط ہے کہ جب انسان عبادت میں ترقی کر جاتا ہے تو اسے عبادت (نماز وغیرہ) معاف ہو جاتی ہے۔

(۶)......تھکا دینے والی عبادت کی وجہ سے صحابہ کرام کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ترس آیا۔اس سے صحابہ کرام کا رحم دل ہونا ثابت ہوتا ہے۔

(۷)......صحابہ کرام نے ''کیا آپ کی اگلی پچھلی خطائیں معاف نہیں کر دی گئیں؟'' کہہ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حوصلہ افزائی کی۔لہٰذا کسی کی حوصلہ افزائی کرنا قابلِ تعریف عمل ہے۔

(۸)......صحابہ کرام نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تسلی کے کلمات کہے ہیں،اس سے ثابت ہوتا ہے کہ چھوٹا بڑے کو دلاسہ دے سکتا ہے۔

(۹)......اگلی پچھلی خطاؤں سے مراد خلافِ اولیٰ کام ہیں،اسی طرح اجتہادی امور میں خطائیں بھی مراد ہو سکتی ہیں،خلافِ اولیٰ کام یا اجتہادی خطا کو گناہ نہیں کہا جا سکتا۔مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقام چونکہ بہت بلند ہے اس لیے آپ کے بلند مرتبہ کے لحاظ سے ان پر ذنب (گناہ) کا لفظ بولا گیا لیکن ساتھ ہی بخشش کا اعلان بھی کر دیا گیا ہے۔والحمدللہ۔

(۱۰)......آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے آپ کو ''عبد، بندہ'' کہا ہے۔آپ اللہ کے بندے تھے اور بندہ ہونا ہی آپ کے لیے اعزاز ہے۔

(۱۱)......''شکور'' اسم مبالغہ کا صیغہ ہے جس کا معنیٰ ''انتہائی شکرگزار'' ہوگا، یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کا بہت زیادہ شکر ادا کرنے والے تھے۔

(۱۲)......اللہ کی طرف سے مغفرت پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شکرگزاری کو پیش کیا،اس سے ثابت ہوتا ہے کہ نعمتوں پر شکرگزار ہونا شیوہ پیغمبری ہے۔(مگر فاسق لوگ انعامات پر اتراتے ہوئے نافرمانی میں مبتلا ہو جاتے ہیں)۔

(۱۳)......آپ نے احسانِ خداوندی پر شکر کی نماز پڑھی ہے،اس سے ثابت ہوتا ہے شکر کا بہترین طریقہ نفل پڑھنا اور اپنے آپ کو عبادت میں مصروف کر دینا ہے۔البتہ دوسری احادیث کے پیش نظر زبان و دل سے بھی شکر یہ ادا ہو جاتا ہے۔

(۱۴)......صلوۃ الشکر کے جائز بلکہ مسنون ہونے کی دلیل بھی اس حدیث سے لی جا سکتی ہے۔

(۱۵)......اس حدیث میں ان لوگوں کے لئے تنبیہ موجود ہے جو فرضوں پر اکتفا کرتے ہیں اور نفلوں بلکہ سنتوں کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔

☆......☆......☆......☆

مولانا محمد ابوبکر صدیق
مہتمم: جامعہ حنفیہ تعلیم الاسلام جہلم

جدید فتنوں سے ایمان کی حفاظت

سلف صالحین کی پیروی نہ کرنے اور اپنی سمجھ کے مطابق دین کے معاملے میں راستہ متعین کرنے کے نتائج بالآخر ایمان کی تباہی کی صورت میں نکلتے ہیں۔ اور پھر اسی سے خود ساختہ رسومات و بدعات بھی جنم لے رہی ہیں۔ دورِ حاضر میڈیا کا دور ہے، آئے دن نت نئے رسائل و جرائد، اخبارات اور چینل اس دوڑ میں شامل ہو رہے ہیں اور بہت سے نئے فتنے بھی میڈیا کا سہارا لے کر رہی سہی کسر پوری کر رہے ہیں۔ بہت سے نام نہاد سکالرز علماء کا لبادہ اوڑھ کر محض اپنی علمی قابلیت جھاڑنے اور سستی شہرت حاصل کرنے کے لیے دین کے بنیادی اصولوں سے انحراف کرتے ہوئے غلط تحقیقات پیش کر رہے ہیں، اور تأثر یہ دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ دین میں تو بڑی وسعت نظری ہے، یہ خوامخواہ مولویوں نے دین کو محدود کر دیا ہے۔ اور پھر روشن خیالی کے نام پر بہت سے غیر شرعی کاموں کو شریعت کے عین مطابق ثابت کرنے کی بیہودہ کوشش کی جاتی ہے۔ اور پھر آج کل تو یہ بات ایک فیشن بن چکی ہے کہ جدید دور کے تقاضوں کے مطابق دین میں جدت پیدا کی جائے، اور نئے سرے سے اجتہاد کا راستہ اختیار کیا جائے۔ حالانکہ اجتہاد تو اصول فقہ ہی کی ایک اصطلاح ہے لیکن اس کے لیے بھی کچھ اصول مقرر ہیں۔

اول تو ہر کوئی اجتہاد کرنے کی اہلیت نہیں رکھتا، دوسرا یہ کہ اجتہاد ان مسائل میں ہوتا ہے جن کا قرآن وسنت سے کوئی واضح حکم معلوم نہ ہو۔ وگرنہ اجتہاد تو ائمہ فقہا نے بھی کیا لیکن شریعت کے بنیادی اصولوں کے عین مطابق کیا جو کہ آج کے اس ترقی یافتہ دور میں بھی جدید دور کے مسائل کو سمجھنے میں علماء کے لیے مشعل راہ ہے۔ یہ سچ ہے کہ آج کے دور میں فتنوں کی بھرمار ہے اور لوگوں کو اپنے مسائل سے فرصت نہیں، چہ جائے کہ لوگ علماء سے تحقیق کر سکیں۔

اور صحیح علماء کی نشانی یہ ہے کہ سب سے پہلے تو ان کی وضع قطع شریعت کے مطابق ہوگی، دوسرا یہ کہ ان کے اپنے قول وفعل میں تضاد نہیں ہوگا۔ اور ان نام نہاد سکالروں کی حالت یہ ہے کہ کسی نے داڑھی کاٹی ہوئی ہے، کسی نے ٹائی لگائی ہوئی ہے، اور نکلے ہیں پاکستان کو مصر اور ترکی بنانے، بظاہر شیریں گفتگو کرتے ہیں اور ان کی زیادہ تر باتیں وہی ہوتی ہیں جنہیں عام طور پر لوگ پسند کرتے ہیں لیکن درحقیقت ان کا ایجنڈا یہی ہے۔ تاہم یہ ان کی خام خیالی ہے، یہ پاکستان ہے جس کی بنیادوں میں لاکھوں مسلمانوں کا خون شامل

ہے، اور یہ ان شاء اللہ العزیز کفر یہ طاقتوں اور ان کے آلہ کاروں کے لیے تر نوالہ ثابت نہیں ہوگا۔ یہ سچ ہے کہ تاریخ اپنے آپ کو دہراتی ہے، آج ہم پھر تاریخ کے اس موڑ پر کھڑے ہیں کہ جہاں انگریز نے برصغیر کے مسلمانوں سے ان کا مذہب چھیننے کی سازشوں کے جال بُنے تھے۔

اور اس ساری گفتگو کا بنیادی مقصد بھی عوام الناس کو فتنوں سے بچانا ہے، کسی سے بحث ومباحثہ کی ضرورت نہیں، ہم معاشرے میں انتشار کے بجائے امن واستحکام کے حامی ہیں، تاہم اپنے ایمان کی حفاظت بھی ضروری ہے۔ اور ایمان والوں کے لیے فتنوں کے اس دور میں آپ ﷺ کا یہ فرمان یاد رکھنا نہایت ضروری ہے: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بنی اسرائیل کے بہتر (۷۲) فرقے ہوئے اور میری امت کے تہتر (۷۳) فرقے ہوں گے، جو کہ سارے کے سارے جہنم میں جائیں گے، سوائے ان لوگوں کے جو میرے اور میرے صحابہؓ کے طریقے پر چلیں گے۔

(ترمذی، ابوداؤد، مشکوۃ)

آپ ﷺ نے نہ صرف امت کے فرقوں میں بٹ جانے کی پیشین گوئی فرمائی بلکہ اس کا انتہائی آسان اور واضح حل بھی بتادیا۔ اب یہ ہمارے سوچنے کی بات ہے کہ کچھ وقت نکال کر آپ ﷺ کے اس فرمان پر غور کرلیں۔

اور آخر میں گذارش ہے کہ صراط مستقیم کو تلاش کرنا مشکل نہیں ہے۔ یہ ذہن میں رہے کہ جن واسطوں سے دین ہم تک پہنچا ہے ان پر اعتماد اور انہی کی پیروی کی جائے تو ان شاء اللہ العزیز نجات ہوجائے گی، کیونکہ یہ آخرت کا معاملہ ہے، دنیا کے معاملے میں اگر خدانخواستہ کوئی نقصان بھی ہوجائے تو وہ وقتی ہوتا ہے جبکہ دین کے معاملات کا تعلق ہماری آخرت کی زندگی کے ساتھ ہوتا ہے جو کہ دائمی ہے، اس لیے جدت کے نام پر کسی نئے تجربے کی ضرورت نہیں، ورنہ ایمان ضائع ہونے کا خطرہ ہے۔ البتہ دینی ضروریات کے تحت دورِ حاضر کے جدید مسائل میں الحمد للہ علمائے حق نہ صرف یہ کہ تحقیق کر رہے ہیں بلکہ قرآن وسنت کے اصولوں کے عین مطابق امت کی رہنمائی بھی کر رہے ہیں۔ اور ان علمائے حق کو تلاش کرنا مشکل نہیں ہے۔ ان کی علامات ذکر ہوچکی ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں دین وایمان، عزت وآبرو اور جان ومال کی سلامتی عطاء فرمائے آمین۔ [ماٰخوذ سنّی دائمی جنتری، ص:۹ تا ۱۱] ☆☆☆ ☆☆☆

توجہ فرمائیں!

مجلّہ صفدر کے پوسٹ منیجر صاحب کی تعلیمی اور دیگر مصروفیات کی بنا پر سابقہ شماروں سمیت ہر قسم کا آرڈر انگریزی ماہ کے آخر میں پوسٹ کیا جائیگا۔ فوری ترسیل پر مجبور نہ فرمائیں۔ [ادارہ]

مولانا جمیل الرحمٰن عباسی

احسان فراموشی کی بدترین مثال

نحمده و نصلی علی رسوله الکریم امابعد

قائد اہل سنت، وکیل صحابہ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین نور اللہ مرقدہ نے دفاع صحابہؓ کے میدان میں جو سنہری کارنامے سرانجام دیے ہیں وہ لوحِ قرطاس پر صبح محشر تک تابندہ اور درخشندہ رہیں گے، قاضی صاحب کی تحریروں نے سبائی ایوانوں پر جو تابڑتوڑ حملے کیے اس کی یلغار سے آج تک قصر رفض لرزہ براندام ہے، صحابہ کرام کی طرف بڑھنے والی ہر سبائی یلغار کے آگے قاضی صاحب جس کر وفر سے سینہ سپر ہوئے اس کی مثالیں شاذ و نادر ہیں، حضرت قاضی صاحب کی ساری زندگی مدحِ صحابہؓ دفاعِ صحابہ اور ردِ رفض میں بسر ہوئی، انھوں نے بے سروسامانی کے عالم میں جس جرأت کے ساتھ خمینی ازم کو پیوندِ خاک کیا وہ تاریخ کے اوراق پر ہمیشہ زندہ و جاوید رہے گا، اہل سنت کے حقوق کے حصول اور اہل تشیع کی بڑھتی ہوئی ریشہ دوانیوں کی روک تھام کے لیے حضرت قاضی صاحبؒ نے جو مؤثر اور مضبوط آواز بلند کی وہ اہل سنت کی طرف سے فرض کفایہ کا درجہ رکھتی ہے۔

الغرض حضرت قاضی صاحبؒ نے اپنی گراں قدر خدمات کے ذریعے اہل سنت پر جو احسانات کیے اس کے آگے اہل سنت کے سر ہمیشہ جھکے رہیں گے، حضرت قاضی صاحب کی اِن خدمات کے اعتراف میں ہر سنی پر یہ اخلاقی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ حضرت قاضی صاحب کی خدمات کو یاد رکھے اور حضرت کا تہہ دل سے شکر گذار اور احسان مند رہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اہل سنت کی بڑی تعداد کے دلوں میں حضرت کی محبت اور عقیدت موجزن ہے، تاہم چند شر پسند عناصر ایسے بھی ہیں جنھوں نے طعن و طنز کا ہدف حضرت قاضی صاحب کو بنا رکھا ہے اور ان کا مشن بھی یہی ہے کہ اپنے مذموم مقاصد کے حصول کے لیے حضرت کو تشنیع کا نشانہ بنایا جائے اور نوجوانوں کے دلوں میں حضرت کی عظمت و محبت کا جو گلشن مہک رہا ہے اسے ویران اور خزاں رسیدہ کیا جائے، یہ احسان فراموش اور نادان ٹولہ صرف ایک ہی رٹ لگاتا ہے اور ان لوگوں کو صرف ایک ہی آڑ میسر ہے کہ حضرت قاضی صاحبؒ کے اَفکار سے حضرت امام معاویہؓ کی عظمت کم ہوتی ہے۔ آہ! جس شخص نے حضرت سیدنا امام معاویہؓ کے دفاع اور وکالت میں زندگی کے تمام لمحات وقف کر رکھے تھے اس پر یہ الزام کہ وہ حضرت امام معاویہؓ کی عظمت کم کرنے میں لگے رہے۔ فإلی الله المشتکی.

پھر یہ بات بھی سوچنے کی ہے کہ حضرت قاضی صاحب، حضرت امام معاویہؓ کی جس موعودہ خلافت کے قائل نہیں ہیں وہ اُن معنوں میں حضرت سیدنا حسنؓ اور سیدنا عبداللہ بن زبیرؓ کی خلافت کو بھی موعودہ نہیں کہتے، لیکن شر پر ٹولہ صرف حضرت امام معاویہؓ کا نام لیتا ہے اور اُن کی آڑ میں حضرت قاضی صاحبؒ پر الزام تراشی کرتا ہے اور حضرت سیدنا حسنؓ کا نام نہیں لیتا۔ معلوم ہوا کہ شر پسندوں اور فتنہ پروروں کے دلوں میں خارجیت کے جراثیم ہیں جو انھیں قاضی صاحبؒ کے خلاف زہر اُگلنے پر مجبور کرتے رہتے ہیں، ورنہ اگر اس کے پس منظر میں صحابہ کرامؓ کی محبت کا جذبہ کارفرما ہوتا تو وہ حضرت امام معاویہؓ کے نام کے ساتھ ساتھ حضرت سیدنا حسنؓ کا بھی نام لیتے۔

اس صورتحال میں اہل سنت نوجوانوں کی خدمت میں ہماری عاجزانہ گزارش ہے کہ وہ حضرت قاضی صاحبؒ کے خلاف زہر اُگلنے والے عناصر سے محتاط رہیں، حضرت قاضی صاحب کی کتب کا گہری نظر سے مطالعہ کریں اور انھی کی تحقیقات کی روشنی میں جادۂ مستقیم اور راہ اعتدال پر گامزن رہیں کہ تنظیمی اعتبار سے تو حضرت قاضی صاحبؒ کے طرز سے جداگانہ اسلوب اختیار کیا جاسکتا ہے، مگر افکار ونظریات اور عقائد میں حضرت قاضی صاحبؒ ہی ہمارے رہنما اور رہبر ہیں۔ حضرت قاضی صاحب کی کتب میں صحابہ کرامؓ کی عظمت ومنقبت بھی ہے اور صحابہ کرامؓ کے خلاف سبائی پروپیگنڈہ کا ازالہ بھی، صحابہ کرامؓ پر سبائیت کی طرف سے وارد ہونے والے اعتراضات کے جو دندان شکن اور تحقیقی جوابات حضرت قاضی صاحبؒ کے قلم سے صادر ہوئے وہ علمی جواہر پارے دوسری جگہ شاید کم ہی ملیں گے، اِس لیے صحابہ کرامؓ کے دفاع کے لیے کام کرنے والے افراد بالخصوص اور ہر سنی کے لیے بالعموم حضرت قاضی صاحبؒ کی کتب کا مطالعہ بے حد ضروری اور ناگزیر ہے۔

امید ہے ہماری گزارشات پر غور کرنے کی زحمت گوارا کی جائے گی۔

وفیات

حکیم العصر، شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمہ اللہ تعالیٰ......جمال اللہ حنفی [کراچی] کے چچا محترمؒ
مولانا مفتی رب نواز [احمد پور] کے بھانجے محمد ندیم......مولانا محمد شبیر قاسمی کے چچا جان مولانا بشیر احمد [مردان]
سعودی بادشاہ شاہ عبداللہؒ......مولانا محمد اسحاق ساقی [بہاول پور] کے بھائی جناب خلیل احمد صاحبؒ
مولانا محمد انس [کراچی] کے تایازاد بھائیؒ......مولانا قاری محمد امین [بہاول پور] کی بھابھی محترمہؒ
حضرت مولانا منیر احمد منور مدظلہ کے نواسےؒ......حضرت نعمانی صاحب مدظلہم کے قدیم شاگرد حافظ عبدالحق صاحبؒ
مولانا مشتاق احمد چنیوٹیؒ......محترم جناب ڈاکٹر شریف صاحب [گجرات] کے فرزند ڈاکٹر ریاض صاحبؒ
بابا جمن صاحب [جنہان، سندھ]......محترم جناب قاری شرافت اللہ صاحب کی خوشدامن صاحبہؒ
قارئین سے مرحومین کے لیے مغفرت اور پسماندگان کے لیے صبر جمیل کی دعا کی درخواست ہے۔

مولانا زاہد حسین رشیدی

اللہ کے راستے میں چند روز

حضرت مولانا شاہ محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ کی بپا کردہ ایمانی تحریک جسے عرفِ عام میں ''تبلیغی جماعت'' کہا جاتا ہے۔ بانی جماعت یا موجودہ قیادت کی طرف سے باضابطہ کوئی نام نہیں رکھتی۔ جب سے شعور نے آنکھ کھولی اس سے وابستہ قافلے نقل وحرکت کرتے دیکھے، بچپن میں تبلیغی جماعت سے متعلقہ احباب کے لہجے کی مٹھاس نے بہت متاثر کیا اور اپنے محلے کے بچوں کی تبلیغی جماعت بنانے کی ٹھان لی، تاہم یہ وقتی اُبال تھا اور بڑھتی عمر کے ساتھ ساتھ تبلیغی جماعت سے عملاً دوری ہوتی چلی گئی بلکہ ایک دور تو یہ بھی گذرا کہ بدگمانی کا شکار رہا۔ (استغفراللہ)

جامعہ مدنیہ لاہور میں دورۂ حدیث (۲۰۰۴ء) کے دوران ترمذی شریف [دوم] حضرت مولانا قاری عثمان صاحب مدظلہ سے پڑھی، جو ماشاء اللہ زندگی بھر دعوت وتبلیغ سے وابستہ رہے اور رلاہور مرکز کی امامت خطابت کے فرائض بھی سرانجام دے رہے ہیں۔ اِس دوران حضرت استاذِ محترم کی للّٰہیت اور بے لوث خدمتِ دین نے تبلیغی کام سے قلبی طور پر قریب کر دیا، لیکن بات یہیں تک رہی اور رائے ونڈ مرکز یا لاہور مرکز مسجد ابراہیم تک جانے کی توفیق بھی نصیب نہ ہوسکی۔ ایک دو دفعہ شبِ جمعہ کے اجتماع میں شریک ہوا، لیکن عجیب اتفاق یہ کہ مولانا محمد احمد صاحب بہاولپوری کا بیان ہو رہا تھا، جس کے بعض مندرجات کا تحمل نہ ہوسکا اور خاموشی سے واپس ہوگیا۔

مرشدی شیخ الحدیث حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب سومرو مدظلہ نے کئی مرتبہ دورانِ بیان علماء کرام کی اصلاح کے لیے ایک جملہ ارشاد فرمایا جس سے تبلیغی کام کی طرف رجحان میں اضافہ ہوا۔ آپ فرمارہے تھے کہ:

> '' آج کے علماء کے لیے نفس کو مٹانے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ بستر اٹھا کر تبلیغی جماعت کے ساتھ بازار سے گزریں۔''

حضرت شیخ مدظلہ کا منشا یہ سمجھا کہ تبلیغی سفر کے دوران بسااوقات طعن وتشنیع اور کڑوی کسیلی سننی پڑتی ہیں۔ گھورتی نظریں تعاقب کرتی ہیں تو علماء کے خودساختہ تقدس پر زد پڑتی ہے، نیز مختلف المزاج لوگوں کے پاس جا کر انہیں دعوت دینا بعض دفعہ عزتِ نفس گنوانے کے مترادف ہے تو اس سے انانیت سے دستبرداری نصیب ہوگی جو اصلاحِ نفس کے لیے پہلی سیڑھی ہے۔ چنانچہ ایک دفعہ سندھ درِ شیخ پر حاضری کے موقع پر عرض

کیا کہ: تبلیغی جماعت کے ساتھ وقت لگانے کے لیے بسا اوقات جی کرتا ہے، کیا کروں؟ حضرت شیخ مدظلہ نے جواباً تحریر فرمایا: ''آپ کے لیے اچھا ہے، لیکن اپنی اِصلاح کی نیت کرنا، چیک کرنے کی کوشش نہ کرنا ورنہ بجائے نفع کے نقصان کا اندیشہ ہے۔''

رائے ونڈ کے سالانہ اجتماع (۲۰۱۴ء) کے موقع پر استاذِ محترم حضرت مولانا عثمان صاحب زید مجدہم سے ملاقات ہوئی اور آں محترم نے تجویز فرمایا کہ آپ دس روز کی تشکیل کروالیں اور اگر جماعت کی تشکیل زیادہ دنوں کی ہو تو آپ واپس آجائیں، اپنی ذمہ داریوں کو دیکھیں۔ اِن دنوں کی غیر حاضری میں جائزہ لیں کہ آپ کی غیر موجودگی میں ادارہ [اپنے مدرسہ] میں کوئی کمزوری واقع ہوئی؟ اور اس کا تدارک کیسے ممکن ہے؟ یہ کام تو زندگی بھر کا ہے، تاہم اپنے دیگر دینی فرائض کا مناسب بندوبست بھی ضروری ہے۔ چنانچہ استادِ گرامی کے مشورہ کی بنیاد پر راقم نے تشکیل کے مرحلہ کے لیے خود کو پیش کر دیا:......

مجھے کسی بھی تعین پہ اختیار نہیں ۔۔۔ یہ کوئی اور مرے راستے بدلتا ہے

[مصطفیٰ زیدی]

تشکیل کی چھلنی اور خالی پنڈال:

رائے ونڈ مرکز نے سہولتِ کار کے لیے ملک بھر میں ۱۸/حلقے بنا دیے ہیں، اور ہر حلقے کا مرکز متعین کر دیا ہے۔ جس سے نہ صرف تبلیغی احباب کو آسانی ہو گی کہ وہ اپنے علاقائی مرکز سے تشکیل کروائیں اور اسی سے وقت پورا ہونے کے بعد واپس ہوں، بلکہ علاقائی مرکز بھی کام کی ذمہ داری کو سمجھیں گے اور مزید مستحکم ہوں گے۔ گویا اب تبلیغی نظم ۱۸/مراکز مل کر چلائیں گے، جنہیں رائے ونڈ کی مشاورت وہدایات حاصل رہیں گی۔

سالانہ اجتماع کے موقع پر جماعتوں کی تشکیل علاقائی مراکز کے سپرد ہوئی، چنانچہ راقم اپنے پیارے دوست محترم حافظ شبیر صاحب سلمہ کے ساتھ اجتماعی دعا کے بعد لاہور مرکز بلال پارک کے احباب کی خدمت میں پہنچا تو تشکیل کے عمل، احتیاطی تدابیر، چھان بین، جماعت بناتے وقت مزاجوں اور اخراجات کی مناسبت، جہاں جماعت بھیجی جا رہی ہے وہاں اس جماعت کی ایڈجسمنٹ کے امکانات، ٹرانسپورٹ اور روٹ کی راہ نمائی، متعلقہ علاقہ اور وہاں کے معاونین کے متعلق بنیادی معلومات، تبلیغی محنت کی ضرورت وافادیت کے متعلق ہدایات، جماعت کے باہم اتفاق اور امتِ مسلمہ کو بارگاہ رب العزت کی طرف کھینچ لانے کی فکر، دعاؤں کا اہتمام اور اس طرح کے دیگر معاملات دیکھ کر حیرت میں گم ہو گیا۔ دیوبند کے روحانی بیٹوں کی جانب سے یہ نظم اور خدمتِ دین کے لیے ایسا مثالی اہتمام کہ دیکھ کر دِل شکر کے جذبات سے معمور ہو گیا۔

تشکیل کی چھلنی میں جماعتیں چھانی جا رہی تھیں اور میں پنڈال خالی ہونے کے بعد صفائی کرنے والی ٹیموں کی طرف متوجہ ہو گیا۔ چونکہ دوسرا اجتماع بھی ہونا تھا اس لیے سب کچھ اس طریقے سے صاف کیا جا

رہا تھا کہ دوسرے مرحلے کے لیے فریش ہو جائے۔ میری نظر شاپر ہاتھ میں پکڑے ایک سفید ریش بزرگ پر پڑی جو پنڈال سے چھوٹے چھوٹے کاغذ تک چن رہا تھا۔ جھک کر کوئی چیز اٹھاتا اور آگے چل پڑتا، بے اختیار آنکھیں چھلک پڑیں، خدا جانے حضرت مولانا شاہ الیاس رحمۃ اللہ علیہ نے کس خلوص سے اِس کارواں کی بنیادیں رکھیں تھیں کہ مثال ڈھونڈنی مشکل ہے......

رستے میں محبت کے اگر کوئی مسافر جائے تو پہنچ جائے گا سیدھا ترے در پر

محنت کا میدان سلانوالی قرار پایا:

گیارہ احباب پر مشتمل جماعت، بھائی محمد اسحاق صاحب کی زیرِ امارت ۹ رنومبر ۲۰۱۴ء کی شام سلانوالی (سرگودھا) کی طرف روانہ ہوئی، ذکر واذکار، سفر میں دعاؤں کا اہتمام اور باہم دعوتی گفتگو دوران سفر جاری رہی اور ہم رات کے آخری پہر سرگودھا مرکز پہنچ گئے، جہاں شدید خنکی کے باوجود ڈنڈا بردار پہرے دار مستعد کھڑے تھے۔ خدمت وقربانی تو اس میدان کا خاصہ ہیں، تاہم خاص طور پر پہرہ دیتے یہ درویش تو بلاشبہ پیکرِ اخلاص ہیں، اجتماع کے بعد پورے پاکستان کے لیے جماعتیں روانہ ہوتی ہیں، لیکن سرگودھا مرکز کی وسیع وعریض مسجد میں مختلف جماعتوں کے افراد کا ہجوم دیکھ کر ایسے لگا گویا رائے ونڈ نے سب نکلنے والوں کو اِدھر ہی بھیج دیا ہے۔

اگلی صبح سلانوالی کے لیے سرگودھا مرکز نے روانہ کر دیا، جہاں کی مرکزی مسجد غلہ منڈی میں تحصیل کے ذمہ دار جماعتوں کو قصبوں اور دیہاتوں کی طرف روانہ کر رہے تھے، ہماری جماعت کے متعلق مشاورت سے طے پایا کہ یہ ایک رات شہر میں ہی قیام کرے اور اگلی صبح اپنے رخ کی طرف روانہ ہو۔ چنانچہ ہم بستر اٹھائے ظہر کے بعد مکی مسجد جا پہنچے۔

یہاں ہم نے اگلی صبح تک کے دعوتی اعمال کرنے تھے، چنانچہ عصر کے بعد گشت کے لیے نکلے، راقم کا یہ پہلا تجربہ تھا، گھورتی نگاہیں، جان چھڑاتے لوگ اور گاہے محبت سے بات سننے والے، ایک سائیکل مرمت کرنے والے نے تو ہوش اڑادیے، جس نے ہمیں ''ویہلے'' بے کار قرار دیتے ہوئے کہا کہ وہ کام میں مصروف ہے لہٰذا ہماری بات نہیں سن سکتا، امیر جماعت نے محبت سے اس کی بات سنی اور دعائیں دیتے آگے بڑھ گئے۔۔

اس لیے کوچہ میں اس کے چھوڑ جاتا ہوں دل پھر پلٹنے کے لیے کوئی بہانہ چاہیے

نواں لوک اعواناں دا:

۱۱ رنومبر ۲۰۱۴ء کی چمکتی صبح سلانوالی سے ۱۵ رکلومیٹر دور بستی ''نواں لوک اعواناں دا'' پہنچے، احمد سعید ملتانی کے زیراثر لوگ آباد ہیں، تاہم جماعت کو محبت سے خوش آمدید کہا گیا، خالص دیہاتی ماحول میں تین دن ٹھہرے، سہولیات کا فقدان تھا، تاہم سادے لوح دیہاتی لوگوں کو قائل کرنا کہ وہ اپنی کھیتی باڑی کے ساتھ ساتھ اس حقیقت پر بھی توجہ دیں کہ ان کا پہلا فریضہ بحیثیت مسلمان اِس جہانِ فانی میں رب کی عبادت اور

رضا کا حصول ہے۔ انتہائی مشکل، دلچسپ اور ایمان افروز عمل تھا، یہاں کے باسی ملک اسلم نے بہت متاثر کیا جسے ہم نے ان کے ڈیرہ پر حقہ پانی کرتے پایا اور مسجد آنے کی دعوت دی، چنانچہ گاہے بگاہے وہ مسجد آتے رہے اور اعمال میں شریک رہے، گشت بھی کروایا۔

ایک اشاعتی دوست نے جماعت سے اُلجھنے کی کوشش بھی کی، تاہم دعوت کے میدان کا تقاضا، صبر وتحمل اور دعائیں ہی ہیں۔ اس لیے ہم بھی اپنے نظریاتی جذبات کو دبائے برداشت ہی کرتے رہے کہ تبلیغی میدان میں ان اصولوں کی پابندی ہی کامیابی ہے جو حضراتِ اکابر نے طے کر دیے ہیں۔

جامع مسجد عائشہ، سلانوالی کی طرف:

اگلا سہ روزہ ہمارا سلانوالی شہر کی مسجد عائشہ میں طے ہوا، یہاں نمازِ جمعہ کے اجتماع سے بھی گفتگو کا موقع ملا اور دعوت وتبلیغ کے دیگر اعمال میں بھی شرکت رہی، جس چیز نے یہاں سب سے زیادہ متاثر کیا وہ ''اجتماع والوں کا جوڑ'' تھا، جو احباب پہلی مرتبہ اجتماع میں شریک ہوئے، انہیں مسجد عائشہ میں اکٹھا کیا گیا، اکثریت نوجوانوں کی تھی، مولانا امجد صاحب جورائے ونڈ کے فاضل ہیں انہوں نے ترغیبی گفتگو کے بعد شرکاء سے اجتماع میں شرکت کے حوالہ سے تاثرات بیان کرنے کو کہا، کسی کو اجتماع کی کثرت اور حسنِ انتظام نے متاثر کیا تو کوئی لاکھوں کے اجتماع کی اکٹھی نماز اور تکبیرات کی گونجتی صداؤں سے متاثر تھے۔ کسی نے حسنِ اخلاق اور تبلیغی لہجے کی مٹھاس کو لیا تو کوئی پہرداروں اور خدمت پر مامور افراد کی جفاکشی پر حیران تھا، مولانا طارق جمیل صاحب کے بیان اور توبہ کی تلقین نے تو ہر دل میں جگہ بنائی۔ ایک نوجوان کا کہنا تھا کہ مولانا کے بیان کے دوران ہی نیت کر لی تھی کہ اب کبھی نماز میں کوتاہی نہیں کرنی

ہم غریبوں کو بھی مل جاتے ہیں پیمانۂ عشق　　　یارب آباد رہے صحبتِ میخانۂ عشق

''بڑے بھائیوں'' کی خدمت میں:

اگلا پڑاؤ سلانوالی سے متصل چک ۱۲۹ر تھا، جہاں تبلیغی محنت سے وابستہ محض دو افراد تھے، مولانا امجد صاحب اور مولانا ناصر صاحب، دونوں رائے ونڈ کے فضلاء ہیں، جبکہ باقی آبادی ''بڑے بھائیوں'' پر مشتمل تھی۔ یاد رہے کہ بریلوی طبقۂ فکر کو عام طور پر تبلیغی حضرات تالیف قلب کی خاطر ''بڑے بھائی'' کہتے ہیں، مسجد بھی انہی حضرات کے زیر انتظام تھی، لہٰذا ہمیں قدم پھونک پھونک کر رکھنا تھا، دعوتی سرگرمیاں تو خوب رہیں، لیکن یہاں جو خاص معاملہ پیش آیا، راقم کی زندگی کا انوکھا ترین واقعہ تھا۔

میرے دس دن مکمل تھے اور مجھے واپس جانا تھا، ایک دو عوارض بھی درپیش تھے، لہٰذا امیر جماعت سے واپسی کی اجازت طلب کی، انہوں نے فرمایا: تمام ساتھیوں کو جمع کر کے مشورہ کر لیتے ہیں، چنانچہ فجر کے معمولات کے بعد جماعت اکٹھی ہوئی اور میری گزارش زیر مشورہ آئی۔ اَحباب کا اصرار تھا کہ آپ پوری

تشکیل ہمارے ساتھ رہیں، باقی جو پریشانیاں ہیں ہم اللہ سے مانگتے ہیں، اِن شاء اللہ وہ حل ہو جائیں گی۔

میرا ارادہ بدستور وہی تھا، اچانک میرے دوست حافظ شبیر صاحب نے رونا شروع کر دیا، میری آنکھیں بھی نم ہو گئیں اور ساری جماعت نے حافظ صاحب کی تقلید شروع کر دی۔

دین کی نسبت سے یہ محبت اور اللہ سے مانگنے پر یہ یقین میرے لیے انوکھا تجربہ تھا۔ صحابہ کرام تو خیر رحماء بینھم کی سند رکھتے ہیں۔ مولانا الیاس رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قافلہ بھی اُن کی پیروی میں ایسی دینی وارفتگی بانٹ رہا ہے، یہ اندازہ نہ تھا۔ خاص طور پر امیر جماعت کی آخری پہر کی وہ ہچکیاں جن میں امت کے لیے فکر، دعائیں، التجائیں اور خدا جانے کیا کچھ تھا، بھلائے بھول نہ پائیں گی۔

کیا یہ سیدھے سادے لوگ ہیں؟

چک ۱۲۹ر سے سلانوالی شہر کی جامع مسجد مکی پہنچے، یہاں عصر کے بعد کے گشت کے دوران متکلم بننے کا اتفاق ہوا، منبر پر بیٹھ کر بیان بڑی شان اور اہمیت رکھتا ہے، لیکن کلمہ کا پیغام لے کر کسی اجنبی کے پاس جانا اس کھٹکے کے ساتھ کہ خدا جانے وہ کیسے پیش آئے؟ اپنی جگہ غیر معمولی اثرات کا حامل ہے، ایک احساس بھی پیدا ہوتا ہے اور فکر بھی اور روحانی تاثیر تو پوچھیں مت۔۔۔۔

یہاں قیام کے دوران تحصیل سلانوالی کی سطح پر ہونے والے ذمہ داروں کے مشورہ میں بھی شرکت وگفتگو کا موقع ملا، اجلاس کا عنوان ''اجتماع سے آنے والی جماعتوں کی نصرت کی ترتیب'' تھا۔ ہر پہلو پر مشورے دیے گئے اور طے یہ پایا کہ ہر مسجد ایک جماعت کی ذمہ داری لے لے اور جب تک وہ جماعت واپس نہیں ہو جاتی، پوری تشکیل میں اس سے رابطہ رہے اور ہر ممکنہ تعاون کرے۔ بھائی عابد صاحب جو تحصیل سلانوالی کے امیر ہیں، اپنی ترغیبی گفتگو میں کہنے لگے:

''ملک کے کونے کونے سے جماعتیں ہمارے سلانوالی تشریف لائی ہیں، اپنی مصروفیات، تقاضے چھوڑ کر اور لاکھوں روپے خرچ کر کے کیا ہمارا حق نہیں بنتا کہ ہم ان کی نصرت کے لیے بھی ان جتنی قربانی دیں؟''

یہ مشاورتی انداز دیکھ کر خیال آیا کہ تنظیمی شعور تو یہاں مثالی ہے، کیا اس کے بعد بھی یہ کہنے کی گنجائش ہے کہ تبلیغی تو سیدھے سادے (بے سمجھ، نظم وضبط سے محروم) لوگ ہوتے ہیں؟

جہاں تک جس کو احساسِ نظر ہے ۔۔۔ وہیں تک حُسن میں رعنائیاں ہیں

رائے ونڈ واپسی، احساسات کی دنیا میں تلاطم:

بھائی ساجد صاحب سلانوالی میں فعال تبلیغی دوست ہیں، انہوں نے ہمیں نم آنکھوں کے ساتھ سلانوالی سے رخصت کیا، ایک مرتبہ پھر ہم سرگودھا مرکز پہنچے، رات کا قیام یہیں تھا۔ اَرباب مرکز نے مشاورت کی اور فجر کے بعد بیان کے لیے حکم فرمایا، جس سے فراغت پر ہم لاہور کے لیے روانہ ہو گئے۔ وقت

پورا ہونے کے بعد رائے ونڈ میں کارگزاری اور واپسی کی بات انتہائی اہم اعمال ہیں، کارگزاری کا مطلب دورانِ تشکیل آپ نے کیسے محنت کی؟ اور واپسی کی بات میں یہ تلقین کہ اپنے مقام پر جا کر اس دینی و تبلیغی وشغف کو کیسے باقی رکھنا ہے۔؟

رائے ونڈ مرکز قیام کے دوران تبلیغی نظم کو سمجھنے کی کوشش کی، مختلف شعبے قریب سے دیکھے اور سب سے اہم یہ کہ اکابرین جماعت حضرت حاجی عبدالوہاب صاحب، مولانا نذر الرحمٰن صاحب، مولانا احسان صاحب، مولانا احمد بٹلہ صاحب، مولانا رمضان صاحب او رمولانا فہیم صاحب سے خصوصی ملاقات کی سعادت نصیب ہوئی۔ تبلیغی نظم ایک درد ہے، ایک احساس، ایک مشن اور مقصد حیات حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نورِ باطن سے پھوٹی وہ شعاع جس سے دنیا کے طول وعرض میں ایمانی شمعیں روشن ہورہی ہیں۔

خدا جانے اس سفر نے راقم کو کیا کچھ دیا، یہ تو احاطۂ تحریر میں لانا مشکل ہے، تاہم عزیز فیضانی کا اِک پیغام خلاصۂ تحریر کے طور پر پیش کروں گا جس پر غور کے چند لمحے اس محنت کی بابت سب کچھ سمجھا دیں گے

حجرے میں تو ستانے کو آجاتا ہے گاہے　　　دراصل مسلمان تو میداں کے لیے ہے

☆......☆......☆......☆

حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمہ اللہ

ٹیلی ویژن پر دِینی پروگرام کا حکم

فرمایا: ٹیلی ویژن پر جو دین کی تبلیغ اور تلاوت وغیرہ ہوتی ہے ہمارے اکابر کی تحقیق یہی ہے کہ اس سے بچنا چاہیے۔ جس چمچے سے کوئی عورت اپنے بچے کا پاخانہ صاف کر رہی ہو اسی چمچے سے اگر آپ کو حلوہ پیش کرے تو آپ کھائیں گے؟ معلوم ہوا جو چیز غلاظت میں استعمال ہو اس کو نظافت کے آلہ کے طور پر استعمال نہیں کرتے۔ تو جس ٹی وی پر ابھی ناچ گانا ہو رہا ہے، عورتوں کا ناچ دکھایا جا رہا ہے اس کے فوراً بعد قرآن شریف کی تلاوت شروع ہوگئی یہ دین کے ساتھ مذاق ہے، توہین ہے۔ اب اگر کوئی اس کے خلاف کوئی نظریہ رکھتا ہے تو ہمارا مقصود بحث اور جرح نہیں ہے ہمیں اپنے بزرگوں کی تحقیق بتانی ہے۔ جیسے ایک گلاس میں پانی ہے، دس ڈاکٹر کہتے ہیں کہ یہ پانی بالکل ٹھیک ہے لیکن ایک ڈاکٹر کا اختلاف ہے، وہ کہتا ہے کہ مجھے شبہ ہے کہ اس میں زہر ملا ہوا ہے تو آپ اس وقت کیا کریں گے؟ احتیاط پر عمل کریں گے اور وہ پانی نہیں پئیں گے تو دین میں کیوں احتیاط نہیں کرتے؟ کون ایسا حاجی اور حاجن ہے جو ٹیلیویژن پر بیٹھا ہوا ہے اور دین کی تقریر سن رہا ہے اور تسبیح بھی ہاتھ میں ہے اور سامنے حاجن صاحبہ پاندان لیے مع خاندان بیٹھی ہوئی ہیں، اس کے بعد ٹی وی پر جب سامنے کوئی مرد آجاتا ہے تو کیا حاجن صاحبہ اُٹھ کر بھاگتی ہیں یا کوئی عورت آگئی تو حاجی صاحب ٹی وی چھوڑ کر بھاگتے ہیں؟ مرشدی شاہ ابرار الحق صاحبؒ فرماتے ہیں کہ ٹیلیویژن سانپوں کا پٹارہ ہے، اس کا زہر کتے کا سا ہے جو آہستہ آہستہ اثر کرتا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ ہردوئی کے اندر ایک لڑکے نے ٹیلیویژن میں ڈاکہ دیکھا۔ اس نے ڈاکوؤں سے مل کر خود اپنے گھر میں ڈاکہ ڈلوا دیا اور ڈاکو اس کو بھی اُٹھا کر لے گئے، لڑکا بھی گیا اور ٹیلیویژن بھی گیا۔ آہ! ہزاروں خرابیاں اس سے پیدا ہوتی ہیں، نافرمانی پیدا ہوتی ہے، بے حیائی پیدا ہوتی ہے اور کیسے نہ ہوگی جب کہ آج کل ٹیلیویژن میں ایسی ننگی فلمیں دکھائی جاتی ہیں کہ شرم وحیا کا جنازہ نکل جاتا ہے ایک سید لڑکا بہت ہی نیک پانچوں وقت کا نمازی تھا، لیکن غلطی سے اس نے ایک ننگی فلم دیکھ لی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ چھ مہینے تک نماز نہیں پڑھی، اس نے آکر مجھ سے کہا کہ مجھے بیماری ہوگئی ہے، میرے کپڑے ہر وقت ناپاک رہتے ہیں، سجدہ کرتا ہوں تو وہی ننگی عورت سامنے ہوتی ہے۔ پھر اس کو لا الٰہ الا اللہ کی ضربیں بتائیں کہ نہا دھو کر خوشبو لگا کر اللہ کا نام لو اور کچھ مراقبہ بتا دیا اور چھ مہینے تک اس کے لیے دعا کی، تب جا کے ٹھیک ہوا اور پھر ماشاء اللہ صحت مند بھی ہوگیا،

ورنہ معلوم ہوتا تھا کہ مر جائے گا۔ یہ حسین جان لیوا ہیں، خالی ایمان ہی نہیں لیتے یہ جان بھی لیتے ہیں، آخرت تو تباہ ہوتی ہی ہے دنیا کی عارضی زندگی بھی تباہ ہو جاتی ہے، میرا ایک شعر ہے ۔

حسینوں سے جسے پالا پڑا ہے   اسے بس سنکھیا کھانا پڑا ہے

آپ کہیں گے کہ زہر کیوں کھانا پڑتا ہے؟ اس لیے کہ اگر وہ معشوق مل گیا تو روزانہ حرام کاری سے نامرد ہو جائے گا تو پھر حکیم کے پاس جا کر روئے گا تو حکیم اسے کشتہ سنکھیا کھلائے گا اور اگر معشوق نہیں ملا تو اس کی جدائی کے غم میں سنکھیا کھا کر مر جائے گا۔ تو دونوں صورتوں میں سنکھیا کھانا پڑا، وصل میں بھی فصل میں بھی۔ اس تشریح کے بعد میرے شعر کی قدر کیجئے ۔

حسینوں سے جسے پالا پڑا ہے   اسے بس سنکھیا کھانا پڑا ہے

لہٰذا دوستو! ہمارے اکابر نے یہاں تک کہا ہے کہ ٹیلیویژن سے اگر تلاوت بھی ہو رہی ہے تو اس کو مت سنو اور مت دیکھو کیونکہ یہ ایک مجرمانہ آلہ ہے، اس کے بعد گانا بجانا شروع ہو جائے گا۔ آپ خود سوچیں کہ جس چمچے سے بچے کا پاخانہ صاف کیا گیا ہو اسی چمچے کو دھو کر آپ کو حلوہ پیش کیا جائے تو ایسا کرنے والے کو آپ دوست سمجھیں گے یا دشمن؟ بس دوستو میں اپنے بزرگوں کی بات پیش کر رہا ہوں اگر عقل میں سلامتی ہو گی تو ان شاء اللہ آپ کا دل قبول بھی کر لے گا کیونکہ یہ ایک کھلی بات ہے۔ [معارفِ ربانی: ۳۹۹، ۱۰۴]

ٹی وی پر حضرتؒ کے اشعار ملاحظہ فرمائیے ۔

دیکھ کر ٹی وی کو اب ہیں لوگ ٹی بی کا شکار
جرمِ ڈاکہ، جرمِ چوری، جرمِ عشق زلفِ یار
دوستو! ٹی وی کو ویٹو کر کے دیکھو پھر بہار
دل میں اپنے چین و راحت کی فضائے سازگار

مولانا احسن خدامی قسط:۹

مشاہدات بجواب شواہدات

گزشتہ قسط میں ہم نے عم محترم جناب مولانا زاہد الراشدی صاحب کی جناب عمار خان ناصر صاحب سے متعلق پالیسی پر کچھ روشنی ڈالی تھی، اس مرتبہ ہم قدرے اختصار کے ساتھ حضرت مفتی تقی عثمانی صاحب کے عمار خان صاحب کے نام خط اور عمار خان صاحب کے جواب پر ایک اچٹتی سی نگاہ ڈالتے ہیں کہ ان دونوں مکاتیب میں بھی ہمارے موضوع سے متعلق کافی اہم باتیں موجود ہیں۔

عمار خان صاحب کی حضرت مفتی تقی عثمانی صاحب کے ساتھ خط و کتابت کی مختصر روداد یہ ہے کہ عمار خان ناصر صاحب نے اپنے کچھ افکار و نظریات کو ہیر پھیر کی مخصوص زبان دے کر حضرت مفتی تقی عثمانی صاحب کی خدمت میں ارسال کیا اور ان سے ''اصلاح'' کی درخواست کی، غالباً خیال یہ ہوگا کہ حضرت مفتی تقی عثمانی صاحب مدظلہ چونکہ مسلکی معاملات میں ''شدت پسند'' معروف نہیں ہیں، نیز تفردات کے حوالے سے مسامح مشہور ہیں، لہٰذا میری گمراہیوں پر سخت تنقید کرنے کی بجائے مشفقانہ اور علمی انداز میں کچھ گفتگو فرمائیں گے، اور میں اسے لے کر دنیا میں ڈھنڈورا پیٹوں گا کہ دیکھو! اتنے بڑے مفتی صاحب نے میرے نظریات کو ملاحظہ کرنے کے بعد بھی مجھ پر کوئی فتویٰ نہیں لگایا، ''دلائل'' کے ساتھ مجھ سے گفتگو کی ہے (لہٰذا اب مجھے گمراہ کے بجائے مجتہد تسلیم کرلیا جائے)۔

حضرت مفتی تقی عثمانی صاحب مدظلہ کو اللہ پاک بہت جزائے خیر عطاء فرمائیں! انہوں نے واقعی بہت ہی پرشفقت اور مہربان لہجے میں عمار خان صاحب کو نصیحت فرمائی، مگر اصولی طور پر وہی کچھ ارشاد فرمایا جو اہل حق ایک عرصے سے کہہ رہے تھے، کہہ رہے ہیں اور کہنا چاہیے اور جس کا جناب عمار خان صاحب اور عم محترم مولانا زاہد الراشدی صاحب انکار کرتے چلے آرہے ہیں۔ حضرت مفتی تقی عثمانی صاحب مدظلہ کے دھیمے لہجے اور شفقت میں ڈوبے انداز کے باوجود بھی ان کی یہ باتیں نہ صرف عمار صاحب کے لیے ناقابل ہضم اور ناقابل برداشت تھیں بلکہ ان کے مقصد پر بری طرح پانی پھیر دینے والی بھی تھیں۔ بات چونکہ نہ تو ماننے کے لیے پوچھی گئی تھی اور نہ ہی ماننے کا کوئی سوال پیدا ہوتا تھا، اس لیے خلافِ توقع اور مایوس کن جواب ملنے کے بعد ایک تو اسے ''ذاتی خط و کتابت'' کا عنوان دے کر چھپا دیا گیا اور دوسرا دلِ نادان کو بہلانے اور سادہ لوح مریدوں کو پھسلانے کے لئے سوال گندم جواب چنا قسم کا ایک جواب انہیں بھیج دیا، جس میں ان کے اصولی اور مضبوط سوالات سے جان چھڑانے کی ناکام کوشش کی گئی اور بحث برائے بحث کی عادت قدیمہ

پوری کرتے ہوئے بے فائدہ سوالات لکھ کر انہیں ارسال کر دیئے گئے، تاکہ کہا جاسکے کہ: ''ہم نے تو ان کی خدمت میں جوابی خط لکھ دیا تھا، ان ہی کی طرف سے دوبارہ جواب نہیں آیا۔'' جناب عمار صاحب کا یہ خط چونکہ انتہائی اہم ہے اور اس سے عم محترم جناب مولانا زاہد الراشدی صاحب کی روش پر بہت سے سوال اٹھتے، اور بہت سوں کے جواب ملتے ہیں، اس لئے حضرت مفتی تقی عثمانی صاحب کے خط کے مرکزی نکات اور عمار خان صاحب کے اس کے جواب میں فرمودات کو یہاں ترتیب وار عرض کیا جاتا ہے۔

پہلا نکتہ:

حضرت مفتی تقی عثمانی صاحب مدظلہ لکھتے ہیں:

''میں نے آپ کا مضمون پڑھا اور خالی الذہن ہو کر پڑھا، اس میں متعدد امور ایسے ہیں جن میں جمہور امت سے ہٹ کر آپ نے اپنی رائے ظاہر فرمائی ہے، جیسا کہ اوپر عرض کیا، ہر مسئلے کے دلائل پر گفتگو کے بغیر مضمون کا جو مجموعی طرزِ فکر ہے، وہ بندے کو نہایت خطرناک محسوس ہوتا ہے، اس طرزِ فکر کے ساتھ انسان کسی بھی وقت کسی بھی بڑی گمراہی میں مبتلا ہو سکتا ہے''۔

نیز لکھتے ہیں:

''بالخصوص آج کے دور میں جس طرح کے افکار دین میں تحریف کے درپے ہیں، اس کے سوا سلامتی کا کوئی راستہ نہیں ہے کہ انسان علمائے امت کے سوادِ اعظم سے اور جمہور امت سے وابستہ رہے''۔

عمار خان صاحب کا جواب:

''راقم الحروف نے جتنے بھی مسائل پر اظہارِ رائے کیا ہے، ان میں سے کوئی بھی مسئلہ ایسا نہیں جسے معاصر تناظر میں، میں پہلی مرتبہ زیرِ بحث لا رہا ہوں۔ تمام امور وہ ہیں جو معاصر علمی دنیا میں پہلے سے موضوع بحث ہیں اور انہیں اس وقت عرب وعجم میں فقہی بحث ومباحثہ کے زندہ موضوعات کی حیثیت حاصل ہے''۔

تبصرہ: حضرت مفتی صاحب تو یہ فرمارہے ہیں کہ آپ جمہور سے ہٹ کر رائے ظاہر فرمارہے ہیں، اور عمار صاحب صفائی میں فرمارہے ہیں کہ ان مسائل پر معاصر علمی دنیا میں پہلے سے بحث ومباحثہ جاری ہے، اعتراض کچھ، جواب کچھ......! اعتراض تو یہ ہے کہ آپ جمہور کا راستہ چھوڑ رہے ہیں، اور جواب یہ کہ میں ''معاصر علمی دنیا'' کے پیچھے چل رہا ہوں، ''معاصر علمی دنیا'' کی اتباع میں جمہور کی مخالفت، کیا جمہور کی مخالفت نہیں رہتی؟ جب چودہ سو سال کے جمہور اہل السنّت والجماعت سلفاً وخلفاً کسی امر پر متفق ہوں تو ''معاصر علمی دنیا'' کے اس کا انکار کرنے سے اس امر کی قطعیت ختم ہو جاتی ہے؟

یاد رہے کہ معاصر علمی دنیا سے ان کی مراد اہل السنّت والجماعت کی دنیا نہیں بلکہ غلام احمد پرویز،

مرزا غلام احمد قادیانی، سرسید احمد خان، جاوید احمد غامدی اور وحید الدین خان کی دنیا مراد ہے۔اس دنیا کے ساتھ عمار خان صاحب کا چلتے پھرتے نظر آنا ہی باعثِ تشویش ہے، چہ جائے کہ گمراہی کی اس دنیا کو جمہور اہل السنّت والجماعت کی دنیا کے مقابلے میں لا کھڑا کرنا۔

دوسرا نکتہ:

حضرت مفتی صاحب مدظلہ تحریر فرماتے ہیں:

> ''ماضی میں یہ طرزِ فکر نجانے کتنی گمراہیاں پیدا کر چکا ہے، طٰہٰ حسین سے لے کر سرسید تک اور وحید الدین خان صاحب سے لے کر جاوید غامدی صاحب تک کی مثالیں ہمارے سامنے ہیں، اپنے اپنے وقت میں اس قسم کے طرزِ فکر نے دلائل کا زور بھی باندھا، لیکن امت اسلامیہ کا اجتماعی ضمیر اسے آہستہ آہستہ رد کر کے اس طرح آگے بڑھ گیا کہ اس کا ذکر صرف کتابوں میں باقی رہ گیا''۔

عمار خان صاحب کا جواب:

> ''روایتی تعبیرات کو اپنی جگہ درست اور حتمی سمجھنے والا حلقۂ فکر اپنی جگہ درست ہوسکتا ہے لیکن ظاہر ہے کہ اس حلقے کی طرف سے ان مسائل کے ساتھ عدم اعتناء کا رویہ اختیار کرنے سے مباحث ختم نہیں ہو جائیں گے۔ان نئے رجحانات کو معتزلہ وغیرہ کے طرزِ فکر کے ہی مماثل سمجھ لیا جائے اور یہی فرض کر لیا جائے کہ آخرکار یہ بھی کتابوں کے صفحات تک محدود رہ جائیں گے، لیکن یہ تو ماننا پڑے گا کہ ماضی میں معتزلہ کے اٹھائے ہوئے مباحث کا خاتمہ محدثین کے اختیار کردہ طرزِ عمل کے نتیجے میں نہیں، بلکہ متکلمین کے فکری منہج کے ذریعے سے ہوا تھا''۔

تبصرہ: اللہ جل شانہ جناب عمار خان صاحب کو عقل اور سمجھ کی دولت عطا فرمائیں، حضرت مفتی صاحب تو فرما رہے ہیں کہ ماضی میں بھی جمہور اہل سنت کے موقف کے خلاف جتنے فتنے پیدا ہوئے، ایک وقت میں فتنہ برپا کرنے کے بعد نیست و نابود ہو گئے، نصیحت یہ فرمانا مقصد ہے کہ آپ بھی انہی قدیم اہل فتن کی راہوں پر چل کر ''فیذھب جفاء'' کا مصداق بننے کی بجائے جمہور اہل السنّت والجماعت کے دامن سے وابستہ رہ کر ''واما ما ینفع الناس فیمکث فی الارض'' کا مصداق بنیں۔اور جناب عمار خان صاحب اس زریں نصیحت کے جواب میں یہ راگ الاپتے ہیں کہ ماضی میں چونکہ فتنوں کا خاتمہ حضرات متکلمین کے بحث و مباحثہ کے ذریعے ہوا تھا، لہٰذا میں نے بھی متکلمین کے نقش قدم پر چلتے ہوئے لازماً بحث و مباحثہ کا طریقہ اختیار کرنا ہے، اور بحث و مباحثہ کے بغیر جمہور اہل السنّت والجماعت کے طریق کو حق نہیں ماننا۔عمار خان صاحب سے بصد ادب گذارش ہے کہ ماضی میں اعتزال کے فتنے کے خاتمے کے لئے متکلمین اہل السنّت والجماعت نے معتزلہ کے آگے ہتھیار نہیں ڈال دیئے تھے، نہ ہی ان کی شاگردی اختیار کی تھی، نہ

ہی ان کے تنخواہ دار ملازم ہوئے تھے، نہ ہی ان کی حمایت میں مضامین لکھے تھے، انہوں نے جمہور اہل السنّت والجماعت کے موقف پر ثابت قدم رہتے ہوئے معتزلہ کو دندان شکن جواب دے کر انہیں علمی میدان میں نامراد اور رسوا کیا تھا۔ آپ اتباع معتزلہ کی کر رہے ہیں اور اپنی تائید میں پیش اہل السنّت والجماعت متکلمین کو کر رہے ہیں، یہ کیا دورنگی ہے؟

ہاں اگر جناب عمار خان ناصر صاحب یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ''میں معتزلی ہوں، اور قدیم معتزلہ کی طرح میرے فتنے کا خاتمہ بھی اہل السنّت والجماعت متکلمین کے طرزِ عمل سے ہوسکتا ہے''۔ تو یہ بات البتہ قابلِ غور اور یہ مشورہ برحق ہے، اس پر ہم ان کے صمیم قلب سے شکر گزار ہیں۔

عمار خان صاحب کا ایک اعتراض:

جناب عمار خان صاحب، حضرت مفتی تقی عثمانی صاحب کے مذکورہ بالا اعتراض کا جواب دیتے ہوئے ان پر الزامی سوال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''جب بہت سے امور میں مسلمہ یا مقبول عام روایتی مؤقف سے مختلف نقطۂ اختیار کرنے کی مثالیں خود اس روایت کے اندر موجود ہیں جس سے ہم خود کو وابستہ قرار دیتے ہیں تو پھر نئی آراء اور نئے رجحانات کی مطلقاً نفی کر دینے کا رویہ اور کسی بھی نئی بحث کو (بالخصوص جو کسی غیر روایتی حلقے کی طرف سے سامنے آئے) ''اسلاف کے فہمِ دین کے خلاف'' کہہ کر جھٹلا دینے کا رویہ اپنے لیے کیا علمی جواز رکھتا ہے؟''

جواب: جمہور اہل السنّت والجماعت کے خلاف جو بھی موقف جس کسی نے بھی جب اور جہاں کہیں بھی پیش کیا ہے، اس کی بالعموم دو صورتیں ہیں:

۱:...... اگر تو جمہور اہل السنّت والجماعت کے ساتھ کسی کا اختلاف کسی فروعی مسئلے میں ہو، اختلاف کرنے والے کا علم وتقویٰ اور مجتہد ہونا مسلم ہو، تو اس اختلاف کو ''تفرد'' کہا جاتا ہے۔ ''تفرد'' کو قبول نہیں کیا جاتا، نہ ہی اس پر عمل کیا جاتا ہے، نہ ہی اس کو دلیل بنایا جاتا ہے، صرف اس کے قائل کی متفق علیہ علمی شخصیت کا لحاظ کرتے ہوئے اس پر گمراہی کا فتویٰ نہیں لگایا جاتا۔

۲:...... اور اگر وہ اختلاف کسی اصولی مسئلے میں ہو، یا اختلاف کرنے والے کو علم وورع کے اعتبار سے امت میں قبول عام حاصل نہ ہو تو ایسے اختلاف کو ''ضلالت'' اور ''گمراہی'' اور اس کے موجد وقائل کو ضال، مضل اور گمراہ کہا جاتا ہے۔

جس طرح ملکی قوانین میں ضعیف العمر اور بزرگ شہریوں کو بعض چھوٹے موٹے جرائم سرزد ہو جانے کی صورت میں عمر کا فائدہ دے کر بری کر دیا جاتا ہے، اسی طرح متفق علیہ اور مسلم اہل علم سے اگر کوئی بات جمہور کے خلاف صادر ہو جائے تو ان سے بھی درگذر کیا جاتا ہے، جس طرح چھوٹے موٹے جرائم کو

بزرگ شہریوں کا ''حق'' قرار دینے والا نادان ہے، اسی طرح تفردات کو اہل علم کا حق قرار دینے والا بھی بے سمجھ ہے، جس طرح مسلسل اور پے در پے جرائم سے یہ کمزور سی رعایت بھی ختم ہو جاتی ہے، اسی طرح تفردات کے عنوان سے علمی بدعنوانیوں کو وتیرہ بنا لینے والا بھی کسی قسم کی رعایت سے محروم ہو جاتا ہے۔

عمار خان صاحب کی بدنصیبی یہ ہے کہ وہ اصولی و قطعی مسائل میں جمہور کی بلکہ اجماع امت کی پرزور مخالفت کرتے ہیں، اس مخالفت کو گویا اپنی فانی زندگی کا لافانی مشن ٹھہراتے ہیں، اور پھر فروعی مسائل میں بعض اکابر کے اکا دکا تفردات کو جمع کر کے ان سے اپنے لیے دلیل نکالنے کی کوشش کرتے ہیں، حالانکہ عمار خان صاحب کی گمراہیوں اور ان اکابر کے تفردات میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ عمار خان صاحب کی علمی طور پر ایسی حیثیت اور اوقات نہیں ہے جس کی بناء پر ان کی گمراہ کن باتوں سے درگذر کیا جائے، ان کا جمہور اہل السنّت والجماعت سے اختلاف بھی کسی ایک آدھ اور فروعی مسئلے میں نہیں بلکہ بے شمار اور اصولی مسائل میں ہے، لہٰذا ان کا اپنی گمراہیوں کے جواز کے لیے اکابر علمائے اہل سنت کے تفردات کو آڑ بنانا بالکل غلط، باطل اور سراسر دھوکہ وفریب ہے۔

یہ بات ذہن میں رہنی چاہئے کہ جناب عمار خان ناصر صاحب جن اکابر علمائے اہل سنت کے اکا دکا تفردات کو اپنی تائید میں پیش کرتے ہیں، وہ سب اصولی طور پر اجماع کو تسلیم کرتے اور جمہور اہل السنّت والجماعت کے طریق کو ہی راہِ نجات سمجھتے تھے۔ عمار خان صاحب اجماع کا انکار کرتے ہیں اور جمہور کی پیروی کو سرے سے ہی واجب الاتباع نہیں سمجھتے، لہٰذا ان کی مثال احیاناً غلطی کر دینے والے کی نہیں بلکہ از راہِ بغاوت و سرکشی قانون کا انکار کر دینے والے کی ہے، اور ان دونوں میں جو فرق ہے وہ اہل علم و اہل عقل پر خوب واضح ہے۔

حضرت مفتی تقی عثمانی صاحب مدظلہ کا تیسرا نکتہ:

> ''جن مسائل میں آپ نے اپنی ''اختلافی آراء'' کا اظہار فرمایا ہے، ان کے بارے میں یہ سوچنے کی ضرورت ہے کہ کیا آپ پر یہ فریضہ عائد ہوتا تھا کہ آپ ان مسائل پر اپنی اختلافی آراء کو ظاہر اور شائع کریں؟ نیز یہ کہ ان افکار کی اشاعت سے فائدہ کیا حاصل ہوا؟ کیا اس پر کوئی عملی مسئلہ موقوف تھا جو ان کی اشاعت سے حل ہو گیا؟ بظاہر تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس کے نتیجے میں ایک فکری انتشار اور رد و قدح کا ایک ایسا سلسلہ شروع ہو گیا جس نے تفریق امت کے علاوہ کوئی خدمت انجام نہیں دی۔ اگر آپ ان افکار کے حامل تھے بھی، تو ان کی اشاعت نہ کرتے تو کیا نقصان ہوتا؟ مثلاً اگر رجم یا ارتداد کی سزا کے بارے میں آپ اپنا مؤقف شائع نہ فرماتے تو کیا نقصان ہو جاتا؟''

عمار خان صاحب کا جواب:

جواب میں جناب عمار خان صاحب لکھتے ہیں کہ:

''آنجناب کے اس ارشاد کی معنویت واضح نہیں ہو سکی کہ اگر بعض مسائل پر اظہار رائے یا بحث ومباحثہ پر اس وقت کوئی عملی نتیجہ مرتب نہیں ہو رہا تو ان پر بحث کی بھی کوئی ضرورت نہیں۔ میرے طالب علمانہ فہم کے مطابق علمی ونظری بحث ومباحثہ کا دائرہ تو بہت وسیع ہے اور علمی مسائل پر اظہار رائے کے لئے عملی صورت حال کی محدودیت کو معیار بنانے کا طریقہ شاید امت میں کبھی اختیار نہیں کیا گیا، اور نہ ہی یہ طریقہ علمی بحث ونظر کے مزاج کے ساتھ ہی مطابقت رکھتا ہے''۔

مزید لکھتے ہیں:

''اگر علمی موضوعات پر گفتگو کو اسی معیار پر جانچا جائے تو کیا اس اصول کی روشنی میں مذکورہ مسائل پر روایتی مؤقف کے دفاع کے لیے کی جانے والی بحثیں بھی بے فائدہ قرار نہیں پاتیں؟ آخر ارتداد کی سزا اور رجم وغیرہ کے حق میں ہمارے ہاں جو مفصل بحثیں ہوئی ہیں اور اب تک ہو رہی ہیں، ان پر کوئی فوری عملی نتیجہ مرتب ہوا ہے، یا مستقبل قریب میں اس کا کوئی امکان نظر آتا ہے؟''

اور یہ بھی لکھتے ہیں:

''ماضی میں ائمہ احناف کی فقہ تقدیری پر بھی کم وبیش اسی نوعیت کا اعتراض اٹھایا گیا تھا، لیکن ہم یہ کہہ کر ہمیشہ اس کا دفاع کرتے آئے ہیں کہ آگے چل کر اہل علم کو جن مسائل کا سامنا ہو سکتا ہے، ان پر قبل از وقت غور وفکر اور ان کی تنقیح بھی ایک علمی ضرورت کا درجہ رکھتی ہے۔''

تبصرہ: حضرت مفتی تقی عثمانی صاحب مدظلہ نے بہت سادہ، آسان اور واضح انداز میں جناب عمار خان صاحب سے یہ سوال کیا تھا، کہ آپ کے یہ خیالات وافکار جو پوری امت کے اجماع کے خلاف ہیں، ان کی اشاعت وترویج کی آخر ضرورت کیا ہے اور ان کو پھیلانے اور نشر کرنے میں فائدہ کیا ہے؟ اِس موٹے سے سوال کے جواب سے چونکہ جناب عمار خان صاحب بری طرح عاجز ہیں، اس لیے انہوں نے اِدھر اُدھر کی ہانک کر اور بات کو اُلجھانے کی کوشش کر کے کلائی چھڑانے کی ناکام کوشش کی ہے۔ جناب عمار خان صاحب نے دو ''نکتوں'' کی صورت میں جواب ارشاد فرمایا ہے، ہم دونوں کا مختصر جائزہ لیتے ہیں۔

۱......عمار خان صاحب کا پہلا نکتہ یہ ہے کہ جن چیزوں پر ابھی عمل کی کوئی صورت ممکن نہیں ہے، ان پر بھی پہلے سے بحث ومباحثہ کر کے ان کی حیثیت کا فیصلہ کرنا ایک اہم علمی ضرورت ہے، تاکہ جب عمل کا وقت آئے تو پہلے سے ان پر بحث ومباحثہ ہو چکا ہو، اور اہل علم کسی نتیجے پر پہنچ چکے ہوں، اس کے لیے انہوں نے حضرات احناف کی ''فقہ تقدیری'' کا بھی حوالہ دیا ہے۔

جواباً عرض ہے کہ جو مسائل ابھی تک درپیش ہی نہیں ہوئے، ان پر بات اٹھانا، ان کی ممکنہ صورتوں پر غور کر کے ان کا حل نکالنا اور چیز ہے اور جن مسائل کا صدیوں سے فیصلہ ہو چکا ہے، پوری امت ان پر متفق

ہو چکی ہے اور فیصلہ سنا چکی ہے، ان کو نئے سرے سے مشکوک بنا کر نیا موقف ایجاد کرنا بالکل دوسری چیز ہے، احناف کی فقہ تقدیری کا جو حوالہ انہوں نے دیا ہے، اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ جو مسائل ابھی پیش نہیں آئے لیکن ان کے پیش آنے کا امکان موجود ہے، ان کا پہلے سے حل تلاش کیا جائے، نہ کہ متفق علیہ مسائل کو دوبارہ بحث کا اکھاڑا بنایا جائے۔ جناب عمار خان صاحب کی ذہانت قابل داد ہے کہ وہ دو بالکل مختلف چیزوں کو اس خوبی کے ساتھ گڈ مڈ کرتے ہیں کہ اچھا خاصا سمجھدار آدمی بھی حیران و پریشان ہو جاتا ہے۔ مگر انہیں ملحوظ رکھنا چاہیئے کہ اس ذہانت کا یہ استعمال انسان کو راہِ راست پر لانے کے نہیں، بلکہ راہِ راست سے بہت دُور لے جانے کے کام آتا ہے، اللہ جل شانہ انہیں ہدایت نصیب فرمائیں۔

۲......عمار خان صاحب کا دوسرا نکتہ یہ ہے کہ جس طرح اجماعی مسائل کو عمار خان صاحب کے چھیڑنے کا عملی دنیا میں کوئی نتیجہ مرتب نہیں ہوتا، اسی طرح ان کا جواب لکھنے کا بھی تو عملی دنیا میں کوئی فائدہ نہیں، لہٰذا یا تو عمار صاحب اور ان جیسے متجددین کو تشکیک پھیلانے کا حق دیا جائے، اور یا پھر ان کے رد میں کام کرنے والے اہل حق کی جدوجہد کو بھی بے فائدہ اور بے کار قرار دے دیا جائے۔ حسب سابق یہاں بھی جناب عمار خان صاحب کی نکتہ سنجی بالکل بے محل اور بے موقع ہے، اللہ کریم انہیں عقل سلیم کی دولت سے نوازیں، متجددین اور علمائے حق کی جدوجہد میں واضح فرق ہے، علمائے حق کے نزدیک تو یہ مسائل اجماعی اور اتفاقی ہیں، ان پر پختہ اعتقاد رکھنا اور ان پر وارد ہونے والے ہر سوال کا جواب دینا ان کے فرض منصبی کا تقاضا ہے، وہ متجددین کے بنائے ہوئے جال کے تار و پود بکھیر کر اس فرض کو بخوبی نبھا رہے ہیں، جبکہ جناب عمار خان صاحب کے نزدیک ان کا خود ساختہ موقف اجماعی یا ضروری نہیں ہے، نہ ہی وہ ان کے نزدیک عقائد میں سے ہے، نہ ایسی نظریاتی اہمیت رکھتا ہے کہ اس کو بیان کرنا اور اس کا تحفظ کرنا فرض و واجب کے درجے میں ہو، لہٰذا حضرت مفتی صاحب مدظلہ کا سوال اپنی جگہ پوری تب و تاب کے ساتھ برقرار ہے کہ جو نظریات جناب عمار خان صاحب کے نزدیک محض احتمال کا درجہ رکھتے ہیں، وہ یقینی بھی نہیں، ان کی تبلیغ بھی ضروری نہیں، ان کو بیان کرنے کا کوئی عملی فائدہ بھی نہیں، اور ان کی نشر و اشاعت سے اہل اسلام میں انتشار و افتراق بھی پھیل رہا ہے، ان کو بیان کرنے اور بحث و مباحثہ اور جنگ و جدل کا بازار گرم کرنے کی آخر ضرورت کیا ہے؟

عمار خان صاحب اتنے غبی یا کم فہم بھی نہیں ہیں کہ اتنی سادہ سی باتوں کو نہ سمجھ سکیں، اللہ جل شانہ نے ان کو ذہانت عطاء فرمائی ہے، ان کا وسعت مطالعہ اور دقت نظر بھی ناقابل انکار ہے، مگر بایں ہمہ باطل کے اثبات، حق کے انکار اور غامدی صاحب کی بے جا حمایت میں ضد اور عناد نے انہیں اس مقام پر پہنچا دیا ہے کہ میرے جیسا جاہل اور غبی بھی ان کو یہ معمولی معمولی باتیں سمجھانے پر مجبور ہے جو اُن کو ذرا غور کر کے خود ہی سمجھ لینی چاہئیں تھیں، کاش کہ وہ اس سے کچھ عبرت حاصل کرتے۔ ☆☆

حمزہ احسانی

اِس دِل کا کیا کروں جو بہلتا کہیں نہیں۔۔!!

دِل زخم زخم لوگو! کوئی ہے جسے دکھائیں؟ کوئی ہم نفس نہیں ہے، غم جاں کسے سنائیں؟

گزرتے جا رہے ہیں حادثوں پہ حادثے پیہم
قلم قاصر ہے کیونکر داستانِ ابتلاء لکھوں
فضاء مغموم، طائر مضطرب، شاخیں خزاں دِیدہ
سمجھ میں کچھ نہیں آتا کہ اِس حالت میں کیا لکھوں

جرأت وحکمت، استقامت واستقلال کے ساتھ باطل کی الحادی یلغار کا راستہ روکنے والے علماء تیزی سے رخصت ہورہے ہیں........ابھی حضرت بنوری، مولانا مفتی محمد شفیع، مولانا خیر محمد جالندھری، علامہ شمس الحق افغانی اور مولانا غلام غوث ہزاروی رحمہم اللہ تعالیٰ کو رخصت ہوئے زمانہ ہی کیا گزرا تھا کہ مولانا محمد یوسف لدھیانوی، مولانا مفتی نظام الدین شامزئی، علامہ علی شیر حیدری، مولانا سعید احمد جلالپوری اور مولانا مفتی عبدالمجید دین پوری رحمہم اللہ تعالیٰ کے خون سے سرزمین پاک سرخ کر دی گئی.....مولانا عبداللطیف جہلمی، مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی، مولانا امین صفدر اوکاڑوی، مولانا قاضی مظہر حسین، مولانا صوفی عبدالحمید سواتی، سید نفیس الحسینی، مولانا محمد سرفراز خان صفدر، مولانا خواجہ خان محمد، اور مولانا عبدالستار تونسوی رحمہم اللہ تعالیٰ ہمیں داغ مفارقت دے کے گئے ہی تھے اور اَبھی اُن کی جدائی کا صدمہ ہمارے قلب وذہن سے محو نہ ہوا تھا کہ مولانا اصلح الحسینیؒ ، مولانا میاں سراج احمد دین پوریؒ، مولانا جمشید علیؒ اور مولانا مجاہد الحسینیؒ ہمیں روتا چھوڑ کر اِس دنیا سے روانہ ہوگئے۔ مولانا محمد نافع اور مولانا نور محمد تونسوی رحمہما اللہ کے مرقد کی مٹی ابھی خشک بھی نہ ہونے پائی تھی اور ان کے صدمات سے ابھی سنبھلنے کا موقع نہ ملا تھا کہ حکیم العصر، شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمہ اللہ تعالیٰ دارِ فانی سے دارِ بقا کی طرف رحلت فرما گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون ؎

یکایک جو چھا گئی ہیں غم و دَرد کی گھٹائیں
گیا کون اِس جہاں سے کہ بدل گئی فضائیں
اُٹھا سائبانِ شفقت، بڑی تیز دھوپ دیکھی
نہیں دُور دُور چھاؤں، کہاں اپنا سر چھپائیں؟

خالقِ کائنات نے اِس جہانِ رنگ و بو کو اللہ والوں کے ہی دم قدم سے برقرار و باقی رکھا ہوا ہے، لیکن لگتا ہے کہ قدرت نے ہمارے اجتماعی و انفرادی اَعمال کی بدولت اپنے برگزیدہ بندوں کو نہایت تیزی سے اپنے پاس بلانے کا سلسلہ شروع کر دیا ہے، ہر نامور مدرسہ اور ہر مشہورِ زمانہ خانقاہ ماتم کناں ہے، ہر جگہ ویرانی اپنے ڈیرے ڈالتی جا رہی ہے اور بندہ کو حضرت سید نفیس الحسینی رحمہ اللہ کا شعر یاد آ رہا ہے ؎

نفیسؔ کیسا یہ وقت آیا سلوک و اِحساں کے سلسلوں پر
جہاں مشائخ کی رونقیں تھیں وہ خانقاہیں اُجڑ رہی ہیں

مسندِ حدیث کی زینت، فقہ و افتاء کی آبرو، علوم نبویہ کی لاج، خانقاہوں کی روح، منبر و محراب کی رونق اور تحقیق و تصنیف کے شہسوار کی حیثیت رکھنے والے محدثین مسانیدِ حدیث کو، فقہاء مسند افتاء کو، علماء علوم کی درس گاہوں کو، صوفیاء خانقاہوں کو، خطباء اور واعظین منبر و محراب کو، محققین میدانِ تحقیق کو اور مصنفین و مؤلفین قرطاس و قلم کو سوگوار کرتے جا رہے ہیں، ہر طرف اُداسی، ہر جانب ویرانی اور ہر سو اندھیرا ہی اندھیرا ہے ؎

جن گلیَن میں پہلے دیکھی لوگَن کی رنگ رَلیاں تھیں
پھر دیکھا تو اُن لوگاں بن سُونی پڑی سب گلیاں تھیں
ایسے اَکھیاں میچ پڑے ہیں کروٹ بھی نہیں لے سکتے
جن کی چالیں اَلبیلی اور چلنے میں چھل بَلیاں تھیں

اَکابر کی یادگار ہستیوں میں سے چند ایک باقی ہیں، جن میں حضرت مولانا صوفی محمد سرور مدظلہم، حضرت مولانا عبدالحلیم چشتی مدظلہم، حضرت الشیخ مولانا سلیم اللہ خان مدظلہم، حضرت مولانا علامہ خالد محمود مدظلہم، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد صدیق مدظلہم، حضرت الاستاذ مولانا منظور احمد نعمانی مدظلہم، حضرت الشیخ مولانا عبد الرزاق اسکندر مدظلہم، حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم، حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی مدظلہم اور حضرت مولانا فضل الرحمٰن دھرم کوٹی مدظلہم وغیرہم سرفہرست ہیں۔ مگر مستقبل میں (اسباب کی دنیا میں) وہ بات نظر نہیں آ رہی جو اَب تک چلی آ رہی تھی، اور جس کے ''کچھ'' آثار اَب بھی نظر آ جاتے ہیں کہ اَگر حضرت بنوریؒ جا رہے ہیں تو حضرت خواجہ صاحبؒ اور حضرت لدھیانویؒ اُن کی جگہ سنبھال رہے ہیں...... مفتی شفیع صاحبؒ جانبِ آخرت روانہ ہیں تو اُن کے فرزندان اُن کے خلا کو پُر کر رہے ہیں...... حضرت جہلمیؒ عازم سفر ہیں تو حضرت قاری خبیب احمدؒ اُن کی نشانی اور غیرتِ و حمیتِ ایمانی کا پرتو موجود ہیں...... حضرت تونسویؒ کا وصال ہو رہا ہے تو مولانا محمد نافع رحمہ اللہ اور علامہ خالد محمود مدظلہم کو دیکھ کر ڈھارس بندھ جاتی ہے...... حضرت لدھیانویؒ کی شہادت کا سانحہ پیش آیا تو مولانا سعید احمدؒ میدان میں اُتر چکے ہیں...... حضرت امام اہل سنتؒ

اہل سنت کو یتیم کر رہے ہیں تو حضرت جلال پوریؒ اُن کے مسلکی ذوق اور روحانی سلسلے کی اور مولانا قارن مدظلہم اُن کی مسند حدیث اور علمی میراث کی حفاظت کے لیے کمربستہ ہیں، حضرت قائد اہل سنتؒ سینوں سے جدا ہو رہے ہیں تو حضرت سومرو مدظلہم صحیح جانشین ثابت ہو رہے ہیں، حضرت مفتی عبدالشکور ترمذیؒ کا بلاوا آ گیا ہے تو مفتی عبدالقدوس ترمذی مدظلہم اُن کی باقیات صالحات کے رکھوالے ہیں...... حضرت اوکاڑوی داغِ مفارقت دے رہے ہیں تو حضرت مولانا مفتی محمد انور مدظلہم اُن کی مسند کی رونق برقرار اور اُن کے مشن کو جاری وساری رکھے ہوئے ہیں...... اِسی طرح دیگر اکابر کی فرقت کے المناک حادثات پیش آ رہے ہیں تو حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ، حضرت مولانا نور محمد تونسویؒ، حضرت علامہ علی شیر حیدریؒ اور حضرت مولانا فضل الرحمٰن دھرم کوٹی مدظلہم موجود ہیں۔......نہیں۔۔!! اَب جو رہ گئے ہیں بس یہی ہیں، اِن کے بعد (اللہ نہ کرے) اندھیرا ہی اندھیرا ہے۔

چراغ بجھتے چلے جا رہے ہیں سلسلہ وار
زمانہ کو دیکھ رہا ہوں فسانہ ہوتے ہوئے

اَب تو شاید اِمام مہدی آخر الزمانؑ اور حضرت مسیح علیہ السلام ہی اِس امت کا آسرا ہیں۔ اللہ پاک ہمارے حال پر رحم فرمائے، موجودہ اکابر کی عمروں میں صحت وعافیت کے ساتھ برکت عطا فرمائے ہمیں اِن کی قدر کرنے اور اِن سے پوری طرح مستفید ہونے کی توفیق اور موقع عطا فرمائے۔ اور جو جا چکے ہیں اُن کے فیوض وبرکات سے ہمیں محروم نہ فرمائے۔ اُن کے نقش قدم پر مضبوطی سے قائم ودائم رکھے۔ آمین۔

خدا کی یاد میں دنیائے دُوں سے جو منہ موڑے ہیں
وہی انسان اچھے ہیں، مگر اَفسوس تھوڑے ہیں

مورخہ یکم فروری بروز اتوار بعد ظہر خبر ملی کہ قائد تحریک ختم نبوت، تمام دیوبندی جماعتوں کے سرپرست وراہ نما، وفاق المدارس العربیہ کی عاملہ کے اہم رکن، جامعہ اسلامیہ باب العلوم کے شیخ الحدیث و صدر مدرس، سلسلہ عالیہ چشتیہ صابریہ رائے پوریہ کے عظیم مرشد، شیخ العرب والعجم حضرت سید مدنی رحمہ اللہ کے عاشق صادق، اہل السنۃ والجماعۃ دیوبند کے عقائد وافکار کے محافظ وترجمان، فرق ضالہ باطلہ کے لیے سیف بے نیام، استاذ المحدثین، شیخ الشیوخ، ولی کامل، نمونہ اسلاف، شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمہ اللہ تعالیٰ ہم میں نہیں رہے۔ آپ کی رحلت پر دل خون کے آنسو رونے لگا۔

اٹھا کون عالَم سے محبوبِ عالَم؟
صدا کیوں ہے ہر سمت آہ و بکا کی؟

کلیجے ہیں کیوں آج شق اہلِ دل کے؟
جدائی ہے یہ آج کس دلربا کی؟

حضرت مولانا جمشید علی خان، حضرت مولانا مجاہد الحسینی، حضرت مولانا میاں سراج احمد، حضرت مولانا عبدالمالک، حضرت مولانا محمد نافع اور حضرت مولانا نور محمد تونسوی رحمہم اللہ تعالیٰ کے بعد حضرت لدھیانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا جانا کسی قیامت سے کم نہیں۔ إن لله ما أخذ وله ما أعطى و كل شئ عنده بأجل مسمى ۔

اُٹھتے جاتے ہیں اِس بزم سے اربابِ نظر
گھٹتے جاتے ہیں مِرے دل کو بڑھانے والے

علماء ومشائخ اور اکابر اگرچہ ابھی چند ایک باقی ہیں، لیکن حضرتؒ منفرد شان کے حامل تھے، تمام صحیح العقیدہ دیوبندی جماعتوں کی سرپرستی نہایت وسعت ظرفی سے فرماتے تھے، چاہے وہ سیاسی ہوں یا جہادی، مسلکی ہوں یا دعوتی، تبلیغی ہوں یا تعلیمی...... وفاق المدارس کی قیادت ہو یا اہل السنۃ والجماعۃ کی سرپرستی، مجاہدین کی سربراہی ہو یا دینی مدارس کی مجالس شوریٰ کی صدارت...... ختم نبوت کا محاذ ہو یا دفاع صحابہ کا، اہل بیت اطہار کی ناموس کا مسئلہ ہو یا ائمہ مجتہدین کا، مذہب اہل سنت کا معاملہ ہو یا مسلکِ احناف کا، مشرب دیوبند کی بات ہو یا تصوف کے سلاسل اربعہ کی...... قادیانیت کا تعاقب ہو یا روافض کی تکفیر، خوارج کی تردید ہو یا یزیدیت کی تغلیط، مماتیت کا پس منظر ہو یا غیر مقلدیت کی حقیقت، مودودیت کے بھیانک چہرے سے نقاب الٹنا ہو یا نیچریت کی خوفناک تحریک کا تعارف...... بدعات کا قلع قمع ہو یا سنت کا پرچار، حیات النبی کا عقیدہ ہو یا خلافت راشدہ کا، علوی مالکی نظریات سے براءت کا اعلان ہو یا انگوٹھی خلافت کی سوچ سے اظہارِ لاتعلقی، تنظیم فکر ولی اللّٰہی کا ابطال ہو یا غامدیت کا بطلان، صندل بابا جی کی حقیقت سے پردہ اُٹھانا ہو یا عمران خان کے قادیانیوں سے تعلقات کی نقاب کشائی، مولانا طارق جمیل کا قضیہ ہو یا علوی مالکی مؤیدین کا...... نعل شریف چومنے کا مسئلہ ہو یا وڈیو کی حرمت کا، دینی مدارس میں دنیوی تعلیم کے عواقب ونتائج سے آگاہی ہو یا انگریزی کی نحوست ومضر اثرات سے، اسلاف بیزاری سے بچنے کی تلقین ہو یا دامن سلف کو مضبوطی سے پکڑنے کی وصیت، وقت کے حکمرانوں کو للکارنے کا موقع ہو یا عالم کفر کے سامنے سینہ سپر ہونے کا، اپنوں کو سمجھانے کی مجلس ہو یا غیروں سے نمٹنے کا میدان، جہادی تربیت کی نیت سے ورزش ہو یا افغانستان کے سنگلاخ پہاڑوں میں اعلاء کلمۃ اللہ، پاکستان میں فتنوں کو روکنا ہو یا برطانیہ میں قادیانیت کا سد باب، شیعیت کی بڑھتی ہوئی یلغار کے آگے بندھ باندھنا ہو یا دیوبندیت میں پھیلتے ہوئے خارجیت کے جراثیم کا خاتمہ، خارجی فتنوں پر علمی رد ہو یا داخلی فتنوں کی نشاندہی، سیاسی ومفادی مصلحتوں کی خاطر مسلک کو قربان کرنے

والوں کی گوشمالی ہو یا دیوبندیت کے نام پر غامدیت کی ترجمانی کرنے والوں کا بائیکاٹ، مسلمانوں کی صفوں میں باہمی اتحاد واتفاق کی فضا پیدا کرنے کی مخلصانہ کوششیں ہوں یا اہل سنت کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنے کی مساعی...... ہر میدان، ہر محاذ، ہر اسٹیج اور ہر جہت سے آپ نے اسلام، اہل سنت، احناف اور مسلک دیوبند کی اشاعت وحفاظت اور ہر قسم کی خدمت میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی۔۔آہ۔۔!! اب ایسا بے باک لیڈر، جرأت مند قائد، مضبوط عقیدے کا حامل دانشور، رسوخ فی العلم کا حامل محدث ومفسر، تدریس وتعلیم کا ماہر فن استاذ، جواں عزم بوڑھا جرنیل، بوڑھوں کا سا تجربہ اور جوانوں کا سا عزم رکھنے والا دیوبند کا عظیم فرزند، اکابر پر ہر طرح سے مکمل اعتماد کرنے والا محقق، تعلیم کے ساتھ تربیت پر زور دینے والا مربی، تصوف وسلوک میں بدعات اور اُن کے چور دروازوں سے بچنے اور بچانے والا مرشد، مخلوق کو خالق سے ملانے اور لوگوں کے دلوں میں عشق الٰہی کی آگ لگانے والا شیخ، ہر دم شیخ مدنی کی محبت کا دم بھرنے والا عاشق زار، مدبر ومفکر پیشوا اور مصلحتوں کا شکار نہ ہونے والا راہ نما کہاں سے لائیں گے۔!؟ ؎

ہم ایسا پھر کوئی خاک چمن سے شاذ اُٹھے گا
پھروگے ڈھونڈتے لیکن ہمیں ہر گز نہ پاؤ گے
تمہاری سر بلندی ایک دن مجبور کر دے گی
ہمارے نقش پا ہوں گے جہاں تم سر جھکاؤ گے
زمین پر جب کوئی افتاد سر اٹھائے گی
ہماری جرأتوں کی داستانیں گنگناؤ گے
ہم ایسے لوگ یارو آئے دن پیدا نہیں ہوتے
وفا کی آرزو لے کر ہمارے گیت گاؤ گے

آپ کا پہلا تعارف تو یاد نہیں کہ کب ہوا، لیکن آپؒ کی عقیدت ومحبت زمانہ طفولیت سے ہی اپنے دِل میں پاتا ہوں۔ اور عقیدت محض عقیدت تک ہی نہیں رہی، وارفتگی اور دیوانگی نے بہت دفعہ آپ کے قدموں میں لا بٹھایا، بہاول پور قیام کے دوران بارہا آپ کی خدمت میں حاضری کی سعادت حاصل ہوئی، علاوہ ازیں بھی جہاں کہیں اِطلاع مل جاتی کہ حضرتؒ فلاں جگہ تشریف لا رہے ہیں اور پہنچنا ممکن ہوتا تو الحمد للہ کبھی سستی نہیں کی۔ سرگودہا میں تعلیمی قیام کے پانچ سالہ دور میں بارہا آپ کی زیارت وملاقات کا شرف ملا، بیانات سننے کا موقع بھی ہاتھ آیا اور اپنے محسن اساتذہ کی شفقت کی بدولت آپؒ کی خدمت بھی نصیب ہوئی۔ سراپا شفقت ومحبت تھے، اپنے متعلقین، محبین، تلامذہ بلکہ مریدین سے بھی بہت ہی اکرام کا معاملہ فرماتے تھے۔ دینی اور مسلکی خدمات سرانجام دینے والوں کی حوصلہ افزائی بہت کھلے دل سے فرماتے تھے۔ ؎

یہ شرف تو حاصل ہے، بُرے ہیں یا بھلے ہیں
دو چار قدم ہم بھی تیرے ساتھ چلے ہیں

☆......آپ کا پہلا بیان شاید مدرسہ تعلیم القرآن حسینیہ سرگودہا میں سنا، جس میں آپؒ نے ایک حکایت بیان کی کہ:

''ایک بابا جی فجر کی نماز کے وقت گھر سے مسجد جاتے تو راستے کے کتے اُن کو پریشان کرتے تھے، انہوں نے کتے بھگانے کے لیے ایک لاٹھی بنوائی، لاٹھی بہت قیمتی تھی۔ اَب مسجد جاتے وقت بابا جی لاٹھی ساتھ لے جاتے، لیکن جب کتے سامنے آتے تو وہ بابا جی لاٹھی پیچھے کر لیتے اور اُسے استعمال نہیں کرتے تھے۔ کسی نے وجہ پوچھی تو فرمایا: لاٹھی بہت قیمتی ہے، ڈرتا ہوں کہ کہیں ٹوٹ نہ جائے۔''

حکایت سنا کر فرمایا:

''ہمارے حکمرانوں کا یہی حال ہے، دشمن پر رعب ڈالنے کے لیے انہوں نے ایٹم بم بنایا ہے، اور اب اِن کو ایٹم بم کی حفاظت کے لیے اپنی جان کے لالے پڑے ہوئے ہیں۔''

☆......جامعہ مفتاح العلوم سرگودہا کے سالانہ اجتماع پر آپ تشریف لائے، اساتذہ کی شفقت کی بدولت بندہ حضرتؒ کی خدمت پر مامور تھا، اُن دنوں صندل بابا جی کا پنجاب میں آنا جانا بہت تھا، بلکہ اُس روز مفتاح العلوم کے پروگرام میں ہی تشریف لائے ہوئے تھے، اُسی پروگرام میں حضرت الشیخ مولانا سلیم اللہ خان مدظلہم بھی مدعو تھے۔ دورانِ گفتگو حضرت لدھیانویؒ نے فرمایا:

''صندل بابا جی کے بارے میں مشہور ہے کہ ان کی عمر ایک سو بیس (۱۲۰) سال ہے، یہ حضرت شیخ الہندؒ کے شاگرد اور حضرت تھانویؒ کے فیض یافتہ ہیں۔ لیکن اِس بات کا کوئی ثبوت نہیں۔ صندل بابا جی نے مولانا سلیم اللہ خان صاحب کو خلافت بھی دی ہے۔ مگر عجیب بات یہ سنی ہے کہ جو کوئی بابا جی سے اُن کے حضرت شیخ الہندؒ سے تلمذ اور حضرت تھانویؒ سے حصول فیض کا دریافت کرتا ہے یا تصدیق چاہتا ہے تو بابا جی جواب دینے کے بجائے ڈانٹ دیتے ہیں۔''

پھر فرمایا:

''کچھ عرصہ قبل بھی اُسی طرف (سرحد) کے ایک بابا جی یہاں آئے اور مشہور کیا کہ میری عمر ایک سو پچیس سال ہے، میں فلاں فلاں کا شاگرد ہوں۔ یہ اور وہ ہے۔ لیکن جب اُن کا پاسپورٹ وغیرہ دیکھا گیا تو عمر بہتر (۷۲) سال نکلی۔ وہ سب فراڈ تھا۔ اس لیے ہم چاہتے ہیں کہ اِن بابا جی کی بھی پوری چھان بین کی جائے، ایسا نہ ہو کہ ہم اِن کو اپنا بزرگ تسلیم کر لیں اور یہ کل کو کوئی نظریہ یا عمل ہمارے بزرگوں کی طرف ایسا منسوب کر دیں جو اُن کا نہ ہو تو ہمیں اُس کی تردید کرنی اور عوام کو اُس سے بچانا مشکل ہو جائے گا۔ لہٰذا آج ہم بابا جی سے پوچھیں گے، یا مولانا سلیم اللہ خان صاحب سے کہیں گے کہ آپ بابا جی سے پوچھیں کہ یہ کس

کے شاگرد ہیں؟ انہوں نے کب پڑھا؟ ان کے ساتھی کون کون ہیں؟ حضرت تھانوی کی خانقاہ میں کب اور کتنا عرصہ گزارا؟ اس وقت وہاں کون کون حضرات تھے؟ وغیرہ وغیرہ الغرض پوری تفصیل بتائیں۔ پھر ہم اس کی تحقیق اور چھان بین کریں گے۔ اگر واقعۃً ان کی بات درست ہے تو سر آنکھوں پر، ورنہ ہم اپنے عوام کے ایمان وعمل کو خطرے میں نہیں ڈال سکتے۔''

حضرت لدھیانوی رحمہ اللہ کی یہ بات سن کر انتظامیہ کو پروگرام ''خراب'' ہونے کا خدشہ لاحق ہوا، چنانچہ انہوں نے حضرتؒ سے درخواست کی کہ: ''حضرت! مہربانی فرمائیں، یہ بات آج نہ کریں، ہمارا پروگرام خراب نہ ہو جائے۔ یہ تحقیق پروگرام مکمل ہونے کے بعد یا پھر کسی دن کر لیں۔'' اس کے بعد کیا ہوا؟ یہ اَب یاد نہیں۔ لیکن اتنا یاد ہے کہ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ اِس بات کی فکر تھی کہ صندل باباجی کا علمی، فکری اور روحانی حسب نسب اور سلسلہ معلوم کر کے اُس کی تحقیق کی جائے، تاکہ کل کو کوئی جعل ساز ہمارے اکابر کے اَفکار واَعمال پر کوئی نقب نہ لگا سکے ؎

نظر کی جولانیاں نہ پوچھ نظر حقیقت میں وہ نظر ہے
اٹھے تو ''باطل'' پناہ مانگے، گرے تو ''فتنوں کو صاف'' کر دے

☆......بندہ کی ختم بخاری کے موقع پر دارالعلوم مدنیہ بہاول پور کے سالانہ اجتماع میں حضرتؒ نے جو ایمان افروز اور فکر انگیز علمی، اصلاحی اور جہادی بیان فرمایا تھا، اُس نے عوام تو عوام خواص تک کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا، آج وہ بیان اِس نیت سے پڑھنے بیٹھا کہ اُس کے کچھ اقتباسات نقل کر دوں تو یقین مانیے! انتہائی مشکل میں پڑ گیا کہ کیا چھوڑوں اور کیا نقل کروں؟ مکمل بیان ہی نقل کرنے کو جی چاہتا ہے، لیکن طوالت کے خوف سے نہ چاہتے ہوئے بھی چند ایک اقتباسات پر اکتفا کرنا پڑ رہا ہے، ایک حکایت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

''فتنوں سے بچنے کا صرف ایک ہی نسخہ ہے اور بلا مشقت۔ مولانا رومی کی اصطلاح میں یوں کہہ لیجیے! انہوں نے سمجھانے کے لیے کہا کہ ایک آدمی ایک کمرے میں رات کو لیٹ گیا، اس کے گھر میں چوہے بہت تھے، وہ لاٹھی لے کر بیٹھ گیا، جب کسی طرف سے چوہا آتا وہ لکڑی بجا کر اسے بھگا دیتا، کسی طرف سے اسے چوہا آتا محسوس ہوتا تو وہ لاٹھی کھڑکا کر اُسے بھگاتا، صبح اُس نے کسی سے ذکر کیا کہ مجھے تو ساری رات چوہوں نے سونے نہیں دیا، ایک کو بھگاتا تھا تو دوسرا آ جاتا تھا، اُسے بھگاتا تھا تو تیسرا آ جاتا تھا۔ اس آدمی نے کہا کہ لاٹھی بجانے کے بجائے اگر تم ایک لائٹ جلا دیتے، کمرے میں روشنی کر دیتے تو چوہے خود بخود بھاگ جاتے، کیونکہ چوہے اندھیرے میں آتے ہیں۔

بالکل اسی طرح سے جتنے شیطانی طریقے ہیں، کبھی کوئی فتنہ اٹھ رہا ہے، کبھی کوئی فتنہ اٹھ رہا ہے، کبھی کوئی، ہر فتنے کا مقابلہ کرنا، ہر فتنے کو سمجھنا ہر کسی کا کام نہیں، اِن سب فتنوں کا علاج ایک ہی ہے کہ اللہ اور اللہ

کے رسول کی محبت میں غرق ہوجاؤ، کوئی نہیں قریب آئے گا۔اپنے مقام کو پہچان لو کہ ہم اللہ کے محبّ ہیں اور اللہ کے محبوب ہیں، اپنے محبوب کے خلاف، یا اُس کی مرضی کے خلاف کوئی چیز برداشت کرنا یہ محبّ کا کام نہیں ہے۔بس اتنا نکتہ ہے۔جس کو دیکھو کہ شریعت کے خلاف کام کررہا ہے، کوئی ہو، کسی قسم کا ہو، کوئی زبان بولے، چاہے وہ ڈاکٹر صاحب بن کر آئے، چاہے کوئی فلاسفر بن کر آئے، چاہے کوئی حاکم بن کر آئے، اگر وہ ایسی بات کرتا ہے جو اللہ اور اللہ کے رسول کے خلاف ہے تو آپ کی محبت کا تقاضا یہ ہے کہ اس پر تھوک دو۔!!

فتنوں کا صرف ایک ہی علاج ہے اور وہ اللہ اور اللہ کے رسول کی محبت ہے۔دلوں کے اندر یہ پیدا کرو، اور جب اللہ اور اللہ کے رسول کے ساتھ محبت ہوگی، اللہ کے کلام قرآن کے ساتھ محبت ہوگی، رسول اللہ کے کلام حدیث کے ساتھ محبت ہوگی، قرآن پڑھنے پڑھانے والوں کے ساتھ محبت ہوگی، حدیث پڑھنے پڑھانے والوں کے ساتھ محبت ہوگی، فقہ والوں کے ساتھ محبت ہوگی۔فقہاء ہمارے محبوب، محدثین ہمارے محبوب، اور یہ سارے دین کا کام کرنے والے جب ہمارے محبوب بن جائیں گے تو ہم بھی اس زنجیر میں ایسے جکڑے جائیں گے کہ کسی کی جرأت نہیں ہوگی کہ ہمیں کسی دوسرے کام کی طرف لے جائے۔''

نفس نفس کو رہِ عاشقی میں کر کے نثار
تم اہلِ دل کا سا جینا ہمیں سکھا کے چلے

☆......آیت کریمہ ''لایخافون لومة لائم'' کی تفسیر میں جہاد کا ولولہ انگیز تذکرہ ان الفاظ میں کیا:

''یہ لومۃ لائم کیا چیز ہے؟ (یہی خوف کہ) لوگ کیا کہیں گے؟ اگر ہم نے ایسا نہ کیا تو فلاں کیا کہے گا؟ برادری کی طرف سے ملامت کا ڈر ہے، دوسرے عام لوگوں کی ملامت کا ڈر ہے۔اِس لیے ملامت کا خوف ہمیں اللہ کی نافرمانی پر برانگیختہ کرتا ہے۔ہم، لوگوں کی ملامت برداشت کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتے، اللہ کے نافرمان بن جاتے ہیں۔(یہ تو سوچتے ہیں کہ) لوگ کیا کہیں گے اور یہ کبھی نہیں سوچتے کہ اللہ کیا کہے گا۔

اب یہ جہاد کے ساتھ جو آیا ہے لایخافون لومة لائم، اس کا مفہوم اگرچہ عام ہے، لیکن آج کے دور میں یہ بات جہاد کے ساتھ بڑی مناسبت رکھتا ہے۔جہاد کا نام نہ لو، لوگ کیا کہیں گے، یہ دہشت گرد ہیں دہشت گرد۔!! جہاد کا نام نہ لو، لڑنے مرنے کا نام نہ لو، لوگ کہیں گے دہشت گرد ہے۔اب یہ ہے جو خوف لومۃ لائم سے ہم نے یہ ترک کردیا۔

یہ محبّ و محبوبوں کی جماعت کا اللہ نے تعارف کرایا کہ میرے محبوب وہ ہوں گے، یجاھدون فی سبیل اللہ، جو اللہ کے راستے میں جہاد کریں گے۔اسی کی وضاحت دوسری آیت میں سورۃ صف میں موجود ہے......'' ان اللہ یحب الذین یقاتلون فی سبیلہ صفاً کانّھم بنیانٌ مرصوص'' لیجیے! اللہ محبت کرتا ہے ان لوگوں کے ساتھ جو اللہ کے رستے میں قتال کرتے ہیں قتال۔!! لفظ ''قتال'' ہے، ''جہاد'' کے لفظ میں

تو میرے جیسے بزدل کئی تاویلیں کرلیں گے، قتال میں کیا تاویل کریں گے۔؟ جہاد میں تو تاویلیں ہو جاتی ہیں، قلمی جہاد بھی ہوتا ہے، مالی جہاد بھی ہوتا ہے، قولی جہاد بھی ہوتا ہے، فعلی جہاد بھی ہوتا ہے، تقسیم در تقسیم، تقسیم در تقسیم کرتے کرتے ہم اپنے لیے کوئی سوراخ تلاش کرلیتے ہیں گھسنے کے لیے، کہ یہ فرض ہم ادا کررہے ہیں، یوں کررہے ہیں، یوں کررہے ہیں۔ قتال میں کیا تاویل کریں گے۔؟ قتال تو لفظ قتل سے لیا گیا ہے، اور قتال کا معنی: آپس میں لڑنا۔ تو "ان اللہ یحب الذین یقاتلون فی سبیلہ" یہاں یجاھد کا لفظ نہیں ہے۔ اللہ پسند کرتا ہے ان لوگوں کو جو اللہ کے رستے میں لڑتے ہیں، اور اس طرح سے جم کے لڑتے ہیں جس طرح سے چونا گچ دیوار ہوتی ہے، جو ہلائے نہیں ہلتی۔ اللہ ان سے محبت کرتا ہے۔ یجاھدون فی سبیل اللہ، یقاتلون فی سبیل اللہ ۔ یقاتلون نے آکر یجاھدون فی سبیل اللہ کی تفسیر کردی، کہ محبوب عمل وہ اللہ کے رستے میں جہاد کرنا ہے اور جہاد سے یہاں مراد اس کی اعلیٰ قسم ہے۔''

اللہ اکبر!! کس جرأت کے ساتھ ''خطرناک'' حالات میں سرعام جہاد اور قتال کا تذکرہ فرما رہے ہیں ؎

وہ ہم ہیں جو لگا کر قہقہہ توپوں سے بھڑ جائیں
برستی گولیوں میں مسکرانا ہم کو آتا ہے!
جہادِ فی سبیل اللہ کا اعلان سنتے ہی
قضا کے ساتھ ہنس کر کھیل جانا ہم کو آتا ہے
خدا والے ہیں ہم اے بت پرستو! جانتے ہو تم
بتوں کو توڑنا، ڈھانا، گرانا ہم کو آتا ہے
جہاں لاشیں گریں، بازو اُڑیں، شانوں سے سر اُچھلیں
وہاں بھی تن کے چلنا دندنانا ہم کو آتا ہے

☆......ایک دلچسپ بات یہ بھی سنائی کہ:

''اللہ عمر دراز فرمائے۔ علامہ خالد محمود صاحب بڑے مزے کے آدمی ہیں، وہ فرماتے ہیں: ایک دفعہ کالج کے لڑکے کہیں جمعہ پڑھنے کے لیے گئے، تو واپس آکر مجھے کہنے لگے: علامہ صاحب! آپ ہمیں کہتے رہتے ہیں کہ مولویوں کی تقریریں سنا کرو! آج ہم جمعہ پڑھنے گئے تھے، وہاں مولوی استنجے کے مسئلے بیان کررہا تھا۔ دنیا چاند پہ پہنچ گئی ہے اور مولوی ابھی استنجا کررہا ہے۔۔!! علامہ صاحب فرماتے ہیں: میں نے پوچھا: کیا جو چاند پہ پہنچ گئے ہیں انہوں نے پیشاب کرنا چھوڑ دیا ہے؟ وہ پیشاب نہیں کرتے؟ کہنے لگے جی، پیشاب تو کرتے ہیں! میں نے کہا: جب تک انسان پیشاب کرتا رہے گا مولوی بھی استنجے کے مسئلے بیان کرتا رہے گا۔ اگر تم نے استنجے کے مسئلے سے بچنا ہے تو پیشاب کرنا چھوڑ دو۔۔!!

اوپر اگلا اضافہ میں کر رہا ہوں...... یہ اشکال تمہیں مولوی پر ہے، صبح صبح جا کر لیبارٹریوں میں دیکھا کرو ڈاکٹر کتنے پیشاب سونگھ رہے ہوتے ہیں، یہ آدمی پیشاب شیشی میں لا کر دے رہا ہے، وہ پاخانہ ڈبی میں بند کر کے لا رہا ہے، وہ نطفہ ڈبی میں بند کر کے لا رہا ہے، اور ڈاکٹر صاحب نام لکھ لکھ کر جمع کر رہے ہیں، بعد میں خوردبین لگا لگا کر بڑے غور سے ان کو دیکھتا اور چیک کرتا ہے، ان سے تو جا کر کہو کہ نالائقو! دنیا چاند پر پہنچ گئی ہے اور تم ابھی پیشاب اور پاخانے چیک کرتے پھرتے ہو!! یہ اُن سے کیوں نہیں کہتے؟''

☆...... بے حیائی اور فحاشی کے بڑھتے ہوئے سیلاب پر اپنے دُکھ کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:

''پانچواں درجہ میں نے یہ بتایا تھا کہ اس شخص کے دل میں اپنی محبت ڈال دی جاتی ہے، انسان اپنے ساتھ محبت کرتا ہے۔ اور اپنے ساتھ محبت کرنے کا یہی معنی ہے کہ اُس کو اُن کاموں کی توفیق ہوتی ہے جن سے اُس کی جان عذاب سے بچے اور ایسے کام کرنے کی توفیق ہوتی ہے جن سے اُس کو جنت ملے۔ تو انسان اپنے کردار میں فکر مند ہو جاتا ہے کہ مجھ سے کوئی ایسی حرکت نہ ہو جس کی بنا پر میں اللہ کے عذاب کا مستحق بن جاؤں۔

اور جن کا یہ درجہ نہیں ہوتا اُن کا تعارف اللہ نے سورہ حشر کے آخری رکوع میں کرایا ہے ''لاتکونوا کالذین نسوا اللہ فانسٰھم انفسھم'' اُن لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جو اللہ کو بھول گئے، اور اللہ کو بھولنے کی سزا ان کو یہ ملی کہ وہ اپنے آپ کو بھول گئے۔ اپنے آپ سے اللہ نے ان کو غافل کر دیا۔

اب وہ نہ سوچتے ہیں نہ سمجھتے ہیں، اُن کو کوئی پتہ نہیں کہ ہمارے گھر سے حیا، ہمارے دلوں سے ایمان اور ہمارے ہاں سے شرافت رخصت ہو رہی ہے، آنکھیں بند کر کے سرپٹ دوڑے چلے جا رہے ہیں، مخلوط تعلیم ہے تو بچیاں جا رہی ہیں، بے حیائی کے حلقے ہیں تو گھر گھر میں لگے ہوئے ہیں، ناچ گانے کا نظم ہر گھر میں ہے، صبح شام، رات دن ڈرامے وغیرہ سب گھروں میں ہو رہے ہیں۔ اور اللہ کی رحمت کو دھکے دے دے کے ہر گھر سے نکالا جا رہا ہے۔ اور انہوں نے کبھی سوچا ہی نہیں کہ ہم اپنا کیا نقصان کر رہے ہیں۔ نہ یہ فکر ہے کہ ہمارا ایمان جا رہا ہے، نہ یہ فکر ہے کہ حیا جا رہی ہے، اور نہ یہ فکر ہے کہ اسلامی وقومی غیرت ختم ہو رہی ہے، اوپر سے لے کر نیچے تک اتنی تیزی کے ساتھ بے غیرتی، بے حیائی اور بے ایمانی کا انقلاب آ رہا ہے، ہم تو صبح شام، رات دن اِس فکر میں پڑے ہوئے ہیں کہ یا اللہ! آنے والی نسل کا کیا بنے گا۔۔؟ اُس کی حیا کا کیا ہوگا۔۔؟ اُس کے ایمان کا کیا ہوگا۔۔؟ لوگ یہ بات سوچتے ہی نہیں۔۔!!

آج جو بچے ان تعلیمی اداروں میں جا رہے ہیں جہاں مخلوط تعلیم شروع ہوگئی، جہاں ابتدا سے انگلش شروع ہوگئی، جہاں ابتدا ہی سے عیسائی تہذیب شروع ہوگئی، اڑھائی اڑھائی، تین تین سال کے بچے جا رہے ہوتے ہیں تو گلے میں ٹائیاں لٹکی ہوئی ہوتی ہیں، اور اتنا ان کو مانوس کیا جا رہا ہے اس مغربی تہذیب کے ساتھ کہ چند سالوں کے بعد ایسا ہوگا کہ مسلمان شکل کا بچہ تلاش کرنا مشکل ہوگا۔ یہ اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ادا کرو۔ واقعتہ طبیعت میں سرور آتا ہے جب ہم کسی جگہ جاتے جاتے دیکھتے ہیں کہ پینٹ کی بجائے شلوار پہنے ہوئے ہے اور

ٹوپی بچے کے سر پر ہے، ہم سمجھ لیتے ہیں کہ یہاں لازماً آس پاس کوئی مدرسہ ہے۔ جہاں مسلمان بچوں کی شکلیں نظر آتی ہیں، اور بچوں کی شکل مسلمانوں جیسی نظر آتی ہے۔ میری تو کیفیت یہی ہے کہ فوراً دل میں خیال آتا ہے کہ لازماً اس علاقے میں آس پاس کوئی مدرسہ ہے۔ جس نے بچوں کی شکل مسلمانوں جیسی رکھی ہوئی ہے۔ ورنہ پوری کی پوری قوم عیسائیت کی طرف ایسی بھاگی جارہی ہے۔ علامہ اقبال نے تو اپنے دور میں کہا تھا، اُس وقت تو ابھی ابتدا تھی، آج تو معاملہ انتہا کو پہنچ گیا، علامہ اقبال کہتے ہیں: ؎

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
تم مسلماں ہو جن کو دیکھ کے شرمائیں یہود؟

شکلیں عیسائیوں جیسی، رسم رواج ہندوؤں جیسا، تم مسلماں ہو جن کو دیکھ کے شرمائیں یہود؟ یہ علامہ اقبال کہتا ہے، مولوی کا فتویٰ نہیں ہے۔!! آپ کے علامہ اقبال کا شعر ہے۔!! اور یہ بھی ؎

ہم تو سمجھے تھے کہ لائے گی فراخی تعلیم
کیا خبر تھی کہ چلا آئے گا الحاد بھی ساتھ

ہم تو یہ سمجھے تھے کہ نئی تعلیم و نئی تہذیب سے دنیا خوشحال ہوجائے گی۔ کیا خبر تھی کہ چلا آئے گا الحاد بھی ساتھ۔ یہ کیا پتہ تھا کہ بے ایمانی بھی ساتھ ساتھ آجائے گی اور اس تعلیم کے نتیجے میں یہ ساری نسل ملحد اور بے دین ہو کے رہ جائے گی۔!!!

یہ تو اللہ کا شکر ادا کرو ہمارے بزرگوں کا ہم پر بہت بڑا احسان ہے، کہ اللہ کا یہ کرم ہے کہ اس نے ان کو منتخب کیا۔ انہوں نے دنیوی جاہ وجلال کو لات مار کر اپنے فقر وفاقہ کے ساتھ اس دینی تعلیم کو باقی رکھا جس سے مسلمانوں کا نام اور کام باقی ہے۔ مسلمانوں کی شکل اور صورت باقی ہے۔ ورنہ اگر یہ نہ ہوتا تو تلاش کرنے سے بھی کوئی مسلمان نہ ملتا۔ یہ معمولی بات نہیں ہے۔ اِس لیے قدر کرو اِن اداروں کی جنہوں نے اسلام کا نام باقی رکھا ہوا ہے۔''

☆......جامعہ عباسیہ بہاول پور کے ایک جلسہ میں حضرت لدھیانوی رحمہ اللہ اور بندہ کے شیخ ومرشد حضرت مولانا حبیب الرحمٰن سومرو مدظلہم شریک تھے، اس سے قبل شاید دونوں بزرگوں کی باہمی تعارف کے ساتھ ملاقات کا اتفاق نہیں ہوا تھا، لہٰذا جیسے ہی حضرت سومرو مدظلہم مصافحہ کے لیے آگے بڑھے تو مولانا جمیل الرحمٰن عباسی مدظلہ نے تعارف کرایا کہ: ''مولانا حبیب الرحمٰن سومرو صاحب، حضرت قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ کے خلیفہ۔!!'' یہ سنتے ہی حضرت لدھیانوی رحمہ اللہ نے حضرت سومرو مدظلہم کو گلے سے لگالیا، پیٹھ تھپکائی اور فرمایا: ماشاء اللہ......!! آپ کی کاوشوں کا تذکرہ تو سنتے رہتے ہیں، غائبانہ تعارف بھی بہت تھا، اچھا ہوا ملاقات ہوگئی۔ پھر کہروڑ پکا آنے کی دعوت دی، حضرت سومرو مدظلہم نے عرض کیا، آج شام ہی روانگی ہے، کل عمرہ کا سفر درپیش ہے تو خیر وعافیت کی دعا فرمائی۔

☆......ایک مرتبہ باب العلوم کہروڑ پکا کی سالانہ تقریب میں حاضری ہوئی تو حضرتؒ کے گھر کی بیٹھک میں حضرت خواجہ خلیل احمد مدظلہم کی زیارت وملاقات کے لیے حاضر ہوا، تھوڑی دیر وہیں بیٹھا، اتنے میں حضرت لدھیانوی رحمہ اللہ تشریف لائے اور حضرت خواجہ صاحب کو اپنے ساتھ لے کر اسٹیج کی طرف چل دیئے، بہت محبت سے حضرت خواجہ صاحب کا ہاتھ پکڑا ہوا تھا، اسٹیج پر قالین اور گدے بچھے ہوئے تھے، کناروں پر تکیے لگے ہوئے تھے، سب مہمان انہی تکیوں کے سہارے اسٹیج پر تشریف فرما تھے، ان مہمانوں میں شیوخ حدیث بھی تھے اور مجاہدین بھی، اسٹیج کے وسط میں ذرا پیچھے کر کے ایک کرسی (کرسی صدارت) رکھی ہوئی تھی جو خالی تھی، حضرتؒ نے خواجہ خلیل صاحب مدظلہم کو فرمایا: ''آپ کرسی پر تشریف رکھیں!'' اور خود نیچے بیٹھ گئے، حالانکہ آپ کے لیے الگ نشست بنائی گئی تھی، جس پر آپ نے درسِ حدیث دینا تھا۔ لیکن نیچے ہی تشریف فرما ہوئے۔ اور خواجہ خلیل صاحب کو کرسی پر بیٹھنے کا کہا، باوجودیکہ خواجہ خلیل صاحب نہ صرف علم وعمر میں آپ سے بہت چھوٹے ہیں بلکہ آپ کے شاگرد بھی ہیں۔ لیکن نسبت کا احترام تھا کہ کرسی صدارت پر اُن کو بٹھایا۔ حضرت خواجہ خلیل صاحب مشائخ وکبار علماء اور بالخصوص حضرتؒ کی موجودگی میں اکیلے کرسی پر بیٹھنے میں متردد ہوئے تو وہ بھی نیچے ہی بیٹھ گئے، یہ دیکھتے ہی حضرت لدھیانوی رحمہ اللہ اُٹھ کھڑے ہوئے، اپنے بوڑھے ہاتھوں سے بھاری بھر کم کرسی اٹھا کر آگے کی اور خواجہ خلیل صاحب کو بازو سے پکڑ کر کرسی پر بٹھا دیا۔

لا کہیں سے ڈھونڈ کر اے عمر رفتہ دل وہی
مے وہی، مینا وہی، ساقی و مے خانہ وہی

☆......مجاہدین سے بہت لگاؤ تھا، ہر قسم کے حالات میں مجاہدین کی کھلی سرپرستی فرماتے تھے۔ کہروڑ پکا کے اُسی جلسہ میں دورانِ بیان فرمایا: ''اِس اسٹیج پر وہ شخصیت بھی موجود ہے جن کی سرپرستی میں ہم جہادِ افغانستان میں شریک ہوئے تھے۔'' اور بہت اہتمام اور خصوصیت کے ساتھ آپ نے مجاہدین کو سالانہ جلسے کی دعوت دی تھی، پھر انتہائی عزت واحترام کے ساتھ اُن کو اسٹیج پر اپنے قریب بٹھلایا تھا ؂

حق نے کر ڈالی ہیں دوہری خدمتیں تیرے سپرد
خود تڑپنا ہی نہیں اوروں کو تڑپانا بھی ہے

☆......استاذِ مکرم حضرت نعمانی مدظلہم سے بہت گہرا تعلق تھا، بارہا ختم بخاری کے موقع پر سماع حدیث کے بعد تشریح وتوضیح کے لیے حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نعمانی صاحب دامت برکاتہم کو آگے کر کے فرمایا: ''حدیث میں نے سن لی، اب باقی سبق آپ پڑھائیں۔'' کہروڑ پکا کے سالانہ جلسے میں بھی یہ منظر دیکھنے کو آیا اور دیگر مقامات پر بھی۔

☆......ثریا کی بلندیوں کو چھوتے ہوئے مقام ومرتبے کے حامل ہونے کے باوجود سادگی، عاجزی

اور انکساری کا اعلیٰ نمونہ تھے، چنانچہ صدرِ وفاق حضرت الشیخ مولانا سلیم اللہ خان مدظلہم کے جوتے اپنے ہاتھوں سے سیدھے کرتے ہوئے بارہا آپؒ کو دیکھا گیا۔ اسی طرح علم وتحقیق میں گہرائی ورسوخ اور مطالعہ میں وسعت اور گیرائی کے باوجود اکابر واسلاف پر علمی وفکری اعتماد بھی آپ کی عاجزی اور انکساری کی کھلی دلیل ہے، ورنہ آج دو دو ٹکے کے نام نہاد محقق جن کا اصلاحی تعلق تو کسی اللہ والے سے ہے نہیں، فکری اور نظریاتی شجرہ بھی دو تین واسطوں سے اوپر نہیں جاتا اور علمی ونسبی حسب نسب سے وہ بغاوت کر چکے ہیں، اُن کا تکبر اور تعلّی ہی ہے جو اُن کو اسلاف واکابر کی پیروی سے روکے ہوئے ہے، ایسے متکبرین اور اُن سے ہمدردی رکھ کر اُن کی پیٹھ تھپکانے والوں کے لیے حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا طرزِ عمل نہایت سبق آموز ہے ؎

بے تکلف، بے ریا، بے نفس، بے خود، بے غرض
مہربانے، دل نوازے، دوست دارے ایں چنیں
چشمِ من بسیار گروید است و کم کم دیدہ است
ایں قدر عالی وقارے خاکسارے ایں چنیں
در ہمہ عالَم نہ بینی جز بہ خاصانِ خدا
باچنیں طبعے بلندے انکسارے ایں چنیں

☆......گزشتہ سال جب عم محترم حضرت مولانا زاہد الراشدی مدظلہم کا قضیہ عروج پر تھا تو حضرتؒ اس کے لیے بہت فکر مند تھے کہ کسی طرح مولانا راشدی مدظلہم، عمار خان کی حمایت اور اُس کا دفاع چھوڑ دیں اور الشریعہ کی پالیسی سے بھی دستبردار ہو جائیں۔ لیکن جب ماہنامہ الشریعہ کا خاص نمبر آپ تک پہنچا اور آپ نے اس میں مولانا راشدی مدظلہم کا مضمون اور دیگر مضامین پڑھے تو بہت دکھی ہوئے اور فرمایا: ''میں تو سمجھتا تھا کہ صرف عمار خان غامدی سے متاثر ہے، یہ تو دونوں باپ بیٹا اس سے متاثر لگتے ہیں۔'' یہی وجہ ہے کہ جب قائد جمعیۃ مولانا فضل الرحمٰن اور شاہین ختم نبوت مولانا اللہ وسایا مدظلہما نے حضرتؒ سے درخواست کی کہ: مولانا راشدی مدظلہم کو ایک موقع اور دیا جائے۔ ہم ان کو تیار کرتے ہیں کہ وہ الشریعہ کی پالیسی تبدیل کرنے کے ساتھ ساتھ عمار خان کی حمایت اور دفاع سے دستبردار ہو کر اس سے براءت کا اعلان کر دیں۔ تو فرمایا: ''میں تو اِس حق میں نہیں ہوں، کیوں کہ الشریعہ کی اشاعت خاص میں راشدی صاحب کے مضمون کے مطالعہ کے بعد میں اِس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ دونوں باپ بیٹا ہاتھ سے نکل گئے ہیں۔ لیکن اگر آپ کا اصرار ہے تو آپ لوگ ایک اور کوشش کر دیکھیں۔'' پھر شاید دونوں حضرات نے اپنے اپنے طور پر کوشش کی بھی، لیکن مولانا راشدی مدظلہم کا موقف تو یہ ہے کہ: ''عمار خان کی کوئی بات گمراہی کے دائرے میں آتی ہی نہیں۔'' نیز ''ماہنامہ الشریعہ کی پالیسی پر اُن کو مکمل اطمینان ہے اور تا دم

آخر وہ اس پر قائم رہنا چاہتے ہیں۔'' اِس صورتحال میں اُن کی طرف سے الشریعہ کی پالیسی کا تبدیل کرنا یا عمار خان کو ''غرانے کی مشق کا نشانہ بننے کے لیے گھنے جنگل میں تنہا چھوڑ دینا'' کیسے ممکن ہے!؟

حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمہ اللہ تعالیٰ جو معمولی سے معمولی دینی و مسلکی خدمات انجام دینے والوں کے دِل و جان سے قدر دان اور بھرپور حوصلہ افزائی کرنے والے تھے، حضرت امام اہل سنتؒ کا نام لے کر اُن کے تمام عقائد افکار اور تشریحات پر مکمل اعتماد کا اظہار کرنے والے تھے، اور حضرت امام اہل سنتؒ کے نقش قدم پر چلنے والی اُن کی اولاد سے بے پناہ محبت کرنے والے تھے، اُن کا بائیکاٹ کے فیصلے کی تائید کرتے ہوئے یہ فرمانا بہت معنی رکھتا ہے:

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ غامدی فتنہ کے استیصال کے لیے مولانا عبدالرحیم صاحب چاریاری کی دن رات محنت قابل قدر ہے اور مولانا سلیم اللہ خان صاحب کی بائیکاٹ کی تجویز ''واجب التقلید'' ہے، اللہ تعالیٰ امام اہل سنت مولانا سرفراز صاحب صفدر رحمہ اللہ کے خاندان کو حضرت اقدس کے طریق صواب پر استقامت نصیب فرمائے۔ آمین۔ عبدالمجید، جامعہ باب العلوم، کہروڑ پکا، ضلع لودھراں''

دین و ملت کے بلا شک تھے حقیقی پاسباں
تا اَبد اُونچا رہے گا اُن کی عظمت کا نشاں

اور حضرتؒ کا یہ قول تو زبانِ زد عام ہے:

''اگر اللہ تعالیٰ کے ہاں اجمالی ایمان مقبول ہے تو میرے وہی عقائد و نظریات ہیں جو امام اہل سنت مولانا محمد سرفراز خان صفدر اور قائد اہل سنت مولانا قاضی مظہر حسین رحمہما اللہ کے ہیں۔''

اور حضرتؒ اِن دونوں بزرگوں کی حیات میں بھی یہ جملہ بکثرت فرمایا کرتے تھے۔

☆......قائد سپاہِ صحابہ حضرت مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی شہید رحمہ اللہ نے جب ''عقیدہ خلافت راشدہ'' میں جمہور امت سے الگ نظریہ قائم کیا تو قائد اہل سنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ نے اُن کو اِس پر تنبیہ فرمائی، جسے حقائق سے ناواقف اور مسلکی اہمیت سے اَنجان لوگوں نے محض ''جماعتی مخالفت'' اور ''مخالفت برائے مخالفت'' کا نام دیا۔ حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمہ اللہ تعالیٰ (جو فاروقی صاحبؒ کے استاذ بھی تھے) نے فاروقی صاحب کو بلوایا اور فرمایا:

''میری عمر بھی آپ سے زیادہ ہے اور تجربہ بھی، اور اکابر و اسلاف اور اُن کے مسلک و مشرب سے واقفیت بھی، میں حضرت قاضی صاحب کی بات کو سو فیصد درست سمجھتا ہوں۔ آپ کی بہتری اِسی میں ہے کہ آپ اپنے موقف سے دستبردار ہو کر صحیح موقف اختیار کر لیں۔''

نیز یہ بھی فرمایا کہ:

''مجھے کوئی بھی آدمی اگر یہ کہے کہ ایک خالی کاغذ پر دستخط کر کے دیدو، ہم اس پر جو عقائد ونظریات چاہیں لکھیں گے، تو میں کبھی بھی دستخط کر کے نہیں دوں گا۔ لیکن قاضی مظہر حسین صاحب وہ واحد شخصیت ہیں جو مجھے فرمادیں کہ خالی کاغذ پر دستخط کردو، میں اس پر عقائدافکار لکھ دوں گا۔ تو میں بلاتردد حکم کی تعمیل کروں گا۔''

حضرت رحمہ اللہ کیونکہ سپاہِ صحابہ اور پھر اہل السنۃ والجماعۃ کے طریقہ کار سے اختلاف کے باوجود اُن کے موقف کی تائید اور اُن کی سرپرستی بھی فرماتے تھے، اِس لیے اُس وقت بہت سے حضرات نے آپ سے شکوہ کیا کہ حضرت قاضی صاحب زیادتی فرمارہے ہیں۔ تو آپ نے سب کو یہی فرمایا کہ: ''عقائد وافکار اور ان کی تشریحات بہرحال وہی معتبر ہیں جو حضرت قاضی صاحب کررہے ہیں۔'' (اس کے بعد حضرت فاروقی شہید رحمہ اللہ نے اپنے موقف سے رجوع فرمالیا تھا۔)

تو میرے سامنے نہیں میرے رہبر حیات!
لیکن تیری بتائی ہوئی رہگذر تو ہے

☆......حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کا ایک قابلِ فخر کارنامہ تو ہمیں ہردم یاد رکھنا چاہیے، دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک میں وفاق المدارس کے اجلاس کے لیے وقت کے بڑے بڑے علماء ومشائخ جمع تھے، بدقسمتی سے ویڈیو بھی بن رہی تھی، ''مصلحت، مروت اور رواداری'' کی بنا پر سب خاموش تھے، ایسے میں اِس منکر کے خلاف آواز بلند کرنے اور سب کو توجہ دلانے والے حضرت رحمہ اللہ ہی تھے جنہوں نے کھڑے ہوکر فرمایا:

''آج یہاں مسلک دیوبند کا علم وتقویٰ جمع ہے، یا تو سب مل کر اس ویڈیو کے جواز کا فتویٰ دیں، یا اسے بند کرائیں۔''

جائز قرار دینے کی ہمت تو کسی کو نہ ہوئی، سب نے یہی کہا کہ اسے بند کردیا جائے۔ یوں اس لعنت سے سب کی جان چھوٹی۔ بعد میں بہت سے حضرات اکابر نے بھی آپؒ کا خصوصی شکریہ ادا کیا کہ پریشان تو سب تھے، لیکن بولنے کی ہمت کوئی نہ کرسکا۔ آپ نے یقیناً فرض کفایہ ادا کیا۔ اور اگر آج آپ یہ اقدام نہ اٹھاتے تو یہ عمل سب کے لیے حجت ہوتا۔

☆......آپ کی زندگی پر نگاہ دوڑائیں تو ہمہ وقت اپنے آپ کو کسی نہ کسی دینی خدمت میں مصروف ومشغول رکھتے تھے۔ درس وتدریس، تعلیم وتبلیغ، تقریر وتذکیر، ملک بھر کے اجتماعات میں شرکت، بیرون ملک دورے، ختم نبوت کے جلسوں میں حاضری، وفاق کے اجلاسوں میں موجودگی، مدارس کی شوریٰ میں صدارت، مریدین وطلباء کی اصلاح وتربیت، مطالعہ وتحقیق اور بہت سے کام جن کا شمار ہم جیسوں کے لیے ممکن نہیں۔

آپ کے تقویٰ وطہارت، للّٰہیت وخشیت، جرأت وشجاعت، اخلاص وعاجزی، تصلب واعتدال اور

حکمت وفراست کے بیسیوں واقعات ''مجالس حکیم العصر'' نامی کتاب کے اوراق پر بکھرے ہوئے ہیں، کاش کہ اِس وقت وہ کتاب دستیاب ہوتی تو ہم قارئین کی خدمت میں چند نمونے بھی پیش کردیتے۔ اِسی طرح آپ کے خطبات پر مشتمل کتاب ''خطبات حکیم العصر'' (۱۲ جلدیں) بھی علم وحکمت کے موتیوں سے لبریز ایک عظیم الشان علمی، تاریخی اور تحقیقی ذخیرہ ہے۔ ان دونوں کتابوں سے ہر دیوبندی کو استفادہ کرنا چاہیے۔

☆......ایک مرتبہ ''جامعہ خیرالمدارس، ملتان'' کے اجتماع میں ہندوستان سے تشریف لانے والے ایک بزرگ نے ایک مخصوص انگوٹھی فروخت کرنے کے لیے ایک مختصر سا پمفلٹ تقسیم کیا، جس میں اُس انگوٹھی کے خصوصیات میں بعض انتہائی غیر مناسب اور بے سروپا باتیں بھی آگئیں اور بعض تو اسلام کے عقیدہ توحید کے خلاف نظر آتی تھیں، اُدھر اُن بزرگ کا علمی مقام ومرتبہ بھی مسلم تھا، اِس لیے عوام الناس نے دھڑا دھڑ وہ انگوٹھی لینا شروع کردی، حضرت رحمہ اللہ کو معلوم ہوا تو فوراً وہاں کے اکابر علماء سے اس پمفلٹ کی بابت سوال کیا، سب نے ہی اس پر درج نظریات کی سختی سے تردید فرمائی۔ چنانچہ آپ نے ایک مختصر تحریر لکھ کر یا لکھوا کر وہاں موجود اکابر سے دستخط اور تائید حاصل کرنے کے بعد اس کی فوٹو سٹیٹ تمام مجمع میں تقسیم کرنے کا حکم دیا۔ یوں آپ کے بروقت اِقدام سے ایک غلط نظریے کی اِشاعت رک گئی۔ ؎

کس کس کمال کا کوئی اب تذکرہ کرے؟
اُن کے تو ہر کمال میں لاکھوں کمال ہیں!

☆......دارالعلوم مدنیہ بہاول پور کے ایک سالانہ جلسے میں فرمایا:

''دینی مدارس کے جو طلبہ روکھے پھیکے پر گزارہ کرتے ہوئے تدریسی لائن اختیار کرکے قناعت کے ساتھ زندگی بسر کرتے ہیں، وہ انتہائی قابل قدر ہیں، کیونکہ یہ نسل بڑھانے کا ذریعہ ہیں۔ اِنہی کے دم قدم سے اگلی نسلیں علوم نبویہ سے روشناس ہوں گی۔ اور جو مدارس ومساجد سے نکل کر دیگر شعبہ جات میں چلے جاتے ہیں اور سکول، کالج یا کسی سرکاری وغیر سرکاری ادارے کی ملازمت، یا کاروبار وغیرہ دوسری مصروفیات اختیار کرلیتے ہیں، وہ معاشرے کی دیگر ضروریات تو شاید پوری کرتے ہوں، لیکن بقاءِ نسل کا سبب بہرحال نہیں بنتے۔ اس کو ایک مثال سے سمجھیں!

جب گندم کی فصل کی کٹائی ہوتی ہے تو اُس کا ایک حصہ الگ کرکے آئندہ بیج کے لیے رکھ لیا جاتا ہے، جو سارا سال کسی سٹور وغیرہ میں سڑتا رہتا ہے، اس کا کوئی پرسانِ حال نہیں ہوتا، لیکن آئندہ فصل کے لیے وہی کام آتا ہے۔ اور فصل کا زیادہ تر حصہ آٹے اور میدے وغیرہ میں تبدیل ہوکر انسانی غذا کی ضروریات پوری کرتا ہے، اس کی روٹی بنتی ہے، مٹھائی بن کر خوبصورت دوکانوں کے عظیم الشان شوکیسوں میں سجتی ہے، کیک وغیرہ بنتے ہیں جو سجاوٹ وبناوٹ کے اعلیٰ شاہکار ہوتے ہیں، انتہائی مہنگے داموں بکتے ہیں، بڑی

بڑی تقریبات میں پیش کیے جاتے ہیں۔وغیرہ وغیرہ۔لیکن ان سب کا نتیجہ آخر ''گوبر'' ہے۔کھایا پیا اور پاخانہ بنا کر نکال دیا۔یہی حال ہمارے مدارس سے نکلنے والی اس پود کا ہے جو دوسرے کاموں میں لگ جاتی ہے،اس کا رنگ وروپ بہت خوبصورت ہوتا ہے، قیمت بہت لگتی ہے،لیکن نتیجہ گوبر ہی ہوتا ہے۔''

قارئین کرام!

حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کی حکیمانہ باتیں تو ختم ہونے میں نہیں آرہیں،لیکن ''صفدر'' کے صفحات سردست مزید طوالت کے متحمل نہیں،زندگی رہی تو ''حکیم العصر نمبر'' میں تفصیل سے لکھوں گا۔ان شاء اللہ۔فی الحال حضرت کی دو تحریریں نقل کر کے اجازت چاہتا ہوں۔

بندہ نے ''امام اہل سنت نمبر'' کے لیے حضرتؒ سے مضمون کی درخواست کی تو درج تحریر ارسال فرمائی:

''مکرم ومحترم:عافانی وایاہ اللہ فی الدارین　　　　السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضرت امام اہل حق مولانا سرفراز صاحب رحمہ اللہ سے محبت وعقیدت عرصہ دراز سے ہے۔پچپن سال قبل دورۂ حدیث کے زمانہ میں امام موصوف کی کتابیں گلدستہ توحید،دل کا سرور،آنکھوں کی ٹھنڈک طبع ہوکر موصول ہوئیں تو اُسی وقت ان کا مطالعہ کیا،اُس کے بعد بارہا ملاقات کے لیے نصرۃ العلوم اور گکھڑ منڈی حاضر بھی ہوا۔روایت حدیث شریف کی اجازت بھی ان کے آخری حج کے موقعہ پہ مکہ معظّمہ میں اجازت کی تجدید بھی کی۔حضرت اقدس رحمہ اللہ شفقت ومحبت بھی بہت فرماتے تھے۔دعا ہے اللہ تعالیٰ ان کی حسنات قبول فرمائے،ان کے بعد اللہ تعالیٰ فتنوں سے ہماری حفاظت فرمائے۔

مضمون نویسی کا مجھے سلیقہ نہیں اس لیے مفصل مضمون لکھنے سے معذور ہوں۔

والسلام......عبدالمجید غفرلہ......۹؍جون ۲۰۰۹ء''

اور مجلّہ ''صفدر'' کی ابتدا میں بندہ کی درخواست پر یہ دعائیہ تحریر بھیجی:

عزیزی سرفراز حسن خان حمزہ سلمہ اللہ تعالیٰ،عافانی وایاہ اللہ تعالیٰ فی الدارین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کے خط کے ذریعے معلوم ہوکر باعث مسرت ہوا کہ آپ مدرسہ حیات النبی گجرات سے حضرت امام اہل سنت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ،قائد اہل سنت مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ اور دیگر اکابرین اہلِ حق کی یاد میں ''صفدر'' کے نام سے ایک مجلّہ شروع کر رہے ہیں،میری دعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اس رسالہ کو اہل السنۃ والجماعۃ (علماء دیوبند) کے افکار ونظریات کا ترجمان بنا کر اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے،اسے قبولیت عامہ نصیب کرے،آپ کے قلم میں برکت عطا کرے،اور آپ کو ہمیشہ اپنے اکابرین کے نقش قدم پر مضبوطی سے قائم رہنے اور ان کے عقائد وافکار کی اشاعت وحفاظت اور ان کے مشن کو تادم آخر جاری وساری رکھنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔آمین

یہ معلوم ہو کر مزید خوشی ہوئی کہ مجلّہ ''صفدر'' کا پہلا شمارہ ہی ''شیخ المشائخ نمبر'' ہوگا۔ ماشاء اللہ۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور اس کام سمیت ہر نیک کام میں آپ کی مدد فرمائے۔ آمین

والسلام......عبد المجید غفرلہ......جامعہ باب العلوم کہروڑ پکا......شعبان المعظم ۱۴۳۱ھ

☆......گزشتہ سال دار العلوم مدنیہ کے طلبہ دورہ حدیث اجازتِ حدیث بالخصوص اجازتِ مسلسلات کے لیے حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں ''جامعہ باب العلوم، کہروڑ پکا'' حاضر ہوئے اور جملہ مسلسلات کی اجازت حاصل کی۔ بندہ ناچیز کو علم ہوا تو بہت اشتیاق ہوا کہ حاضر ہو کر اجازت حاصل کروں، اگرچہ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام اسناد کی اجازت ہمیں دی تھی، لیکن مسلسلات کی اجازت لینے کا موقع نہیں مل سکا تھا، بار ہا اِس مقصد کے لیے حاضری کا ارادہ کیا، اِس سال عید قربان کی تعطیلات میں بھی ارادہ ہوا، مگر حضرت سفر حج پر تھے، اَب ارادہ تھا کہ پہلی فرصت میں حاضری دے کر اجازت حاصل کروں گا، لیکن ؎

ابھی جام عمر بھرا نہ تھا کفِ دستِ ساقی چھلک پڑا
رہی دل کی دل ہی میں حسرتیں، کہ نشان قضاء نے مٹا دیا

☆......فتنۂ غامدیت کی سرکوبی کے لیے آپ مسلسل میدان عمل میں تھے، اکثر نجی مجالس اور بیانات میں علماء و عوام کو اس طرف توجہ دلاتے رہتے تھے کہ علماء اس کا بھرپور تعاقب کریں اور عوام اِس سے بچنے کی ہر ممکن کوشش کریں۔ اس فتنے کے تعاقب میں مختلف خدمات سرانجام دینے والوں کے لیے دعا گو رہتے تھے۔ چنانچہ ہمارے مخدوم بزرگ حضرت مولانا عبد الرحیم چاریاری مدظلہم نے فتنۂ غامدیت اور اس کے مؤیدین کا تعاقب شروع کیا تو بہت حوصلہ افزائی فرمائی، دعاؤں سے نوازا اور ہر ممکن تعاون کی یقین دہانی کرائی۔ ہم نے مجلّہ ''صفدر'' کے ''فتنۂ غامدی نمبر'' کے لیے چند کلمات لکھنے کی گزارش کر رکھی تھی، معلوم نہیں وہ لکھنے کا موقع ملا یا نہیں، قضا نے اُن کو ہم سے جدا کر دیا ؎

سوچ میں ڈوبی بھیگی بھیگی، سہمی سہمی آنکھوں سے
دیکھ رہے ہیں سپنا اُن کا، اب نہ لوٹ کے آنے کا

☆......شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی مایہ ناز، مشہورِ زمانہ کتاب ''آپ کے مسائل اور ان کا حل'' کے ناشرین نے نہایت ناانصافی سے کام لیتے ہوئے فتنہ علوی مالکی سے متعلقہ تمام مواد خارج کر دیا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ تفصیل اِسی شمارے کے اداریے میں موجود ہے۔ ''نومبر ۲۰۱۴ء میں آپ کے مسائل'' کے ناشرین کی اِس حرکت کے تمام ثبوت اکٹھے کر کے حضرت رحمہ اللہ کی خدمت میں پیش کیے گئے، حضرتؒ نے انتہائی دکھ، افسوس اور رنج کا اظہار فرمایا، نیز کہا کہ: ''مکتبہ لدھیانوی والوں نے یہ بہت غلط کیا۔ آپ حضرات مجھے پندرہ دن دیدیں، میں اُن سے خود بات کرتا ہوں، اور یہ حصہ

دوبارہ شامل اشاعت ہوگا۔ان شاءاللہ۔یہ میری ذمہ داری ہے۔‘‘ہم نے تقریبا دوماہ انتظار کے بعد یاددہانی کرائی تو مزید افسوس کا اظہار کیا۔جس سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ مکتبہ لدھیانوی والے آپ کے کہنے کے باوجود یہ حصہ شامل اشاعت کرنے کے لیے تیار نہیں۔واللہ اعلم۔حضرتؒ تو چلے گئے،اب مجبورا’’ آپ کے مسائل‘‘ کے ناشرین کی ناانصافی پر ایک احتجاجی مضمون شائع کیا جارہا ہے۔ ؎

سمجھ سکو تو ضرورت نہیں سنانے کی
کہ دل کا خون ہے سرخی مرے فسانے کی

☆......حضرت مولانا عبدالرحیم چاریاری مدظلہ العالی سے حضرت رحمہ اللہ بہت زیادہ محبت فرماتے تھے۔حضرت چاریاری صاحب مدظلہم بھی بکثرت آپ کی خدمت میں حاضر ہوکر دعائیں سمیٹتے، فیضیاب ہوتے اورراہ نمائی لیتے تھے۔ماہنامہ ’’صفدر‘‘ نے حضرت رحمہ اللہ کی دعاؤں سے اپنے سفر کا آغاز کیا تھا،حضرتؒ باقاعدہ اِس کا مطالعہ فرماتے تھے۔ایک مرتبہ حضرت چاریاری صاحب مدظلہم سے فرمایا: ’’ایک ہی رسالے کا انتظار کرتا ہوں،وہ ہے صفدر۔!!‘‘

باغ باقی ہے باغباں نہ رہا اپنے پھولوں کا پاسباں نہ رہا
کارواں تو رواں رہے گا مگر ہائے وہ میر کارواں نہ رہا

☆......حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی نوراللہ مرقدہ نے ۵/جون ۱۹۳۴ء میں موضع سلیم پور، تحصیل جگراؤں،ضلع لدھیانہ میں حافظ محمد یوسف مرحوم کے گھر آنکھ کھولی،موضع سلیم پور کے ہی ایک سکول میں آٹھویں تک عصری تعلیم حاصل کی اسی دوران ہندوستان تقسیم ہوگیا تو آپ والدین کے ساتھ شورکوٹ میں آ گئے اور شورکوٹ میں ہی ۱۹۴۹ء میں مڈل کا امتحان پاس کیا،دینی تعلیم کے لیے سب سے پہلے دارالعلوم ربانیہ(تحصیل ٹوبہ ٹیک سنگھ ضلع فیصل آباد) میں ۱۹۴۹ء میں داخلہ لیا،یہاں آپ دوسال تک زیر تعلیم رہے پھر تین سال مدرسہ اشرف الرشید فیصل آباد میں تعلیم حاصل کرتے رہے،۱۹۵۵ء میں مدرسہ قاسم العلوم ملتان سے دورہ حدیث کیا،آپ کے نامور اساتذہ میں دارالعلوم دیوبند کے سابق استاذ حضرت مولانا عبدالخالق صاحبؒ اور حضرت مولانا مفتی محمود صاحبؒ شامل ہیں،صحیح بخاری اور جامع ترمذی مولانا عبدالخالق صاحبؒ سے پڑھیں اور مسلم شریف مولانا مفتی محمود صاحبؒ سے پڑھی۔فراغت کے بعد ایک سال مدرسہ نعمانیہ کمالیہ میں پڑھایا پھر اگلے سال مدرسہ قاسم العلوم ملتان میں ایک سال تدریس کی پھر اس کے بعد ۱۹۵۷ء سے ۱۹۷۲ء تک دارالعلوم عیدگاہ کبیر والا میں تدریس کے فرائض سرانجام دیے پھر اس کے بعد تاحیات جامعہ اسلامیہ باب العلوم کہروڑ پکا میں درس وتدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمہ اللہ کی وفات کے بعد آپ کو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا امیر منتخب کیا گیا،اورتاحیات آپ اس منصب جلیل پر فائز

رہے۔آپ کا روحانی تعلق حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری، مولانا عبدالعزیز رائے پوری اور حضرت سید نفیس شاہ صاحب رحمہم اللہ سے رہا، آپ کی شادی تعلیم کے دوران ہی کمالیہ کے ایک کھاتے پیتے گھرانے میں ہوگئی تھی، تاہم آپ کی کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ آپ نے سوگواران میں ہزاروں شاگرد اور لاکھوں متعلقین چھوڑے۔ آپ کے دس جلدوں پر مشتمل خطبات اور مختلف درسی تقریریں منظر عام پر آ چکی ہیں جو انتہائی وقیع اور لائق استفادہ ہیں۔ آپ کے ان گنت شاگرد مسند حدیث پر جلوہ افروز ہیں۔ آپ کے تلامذہ میں شیخ الحدیث مولانا سید جاوید حسین شاہ صاحب، شیخ الحدیث مولانا محمد نواز سیال صاحب، شیخ الحدیث مولانا ارشاد احمد صاحب، شیخ الحدیث مولانا محمد حنیف صاحبؒ، شیخ الحدیث مولانا مفتی عطاء الرحمٰن صاحب، شیخ الحدیث مولانا ظفر احمد قاسم صاحب، شیخ الحدیث مولانا منیر احمد منور صاحب، امیر عزیمت مولانا حق نواز جھنگوی شہید، مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی شہید، شاہین ختم نبوت مولانا اللہ وسایا اور دیگر نامور شخصیات شامل ہیں۔

یکم فروری بروز اتوار بمطابق ۱۱ ربیع الآخر ۱۴۳۶ھ ملتان میں وفاق المدارس کے اجتماع سے پر اثر بیان فرمایا اور کچھ دیر بعد ہی اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

بے شک یہ دنیا فانی ہے......کیسے کیسے پیارے لوگ جدا ہو جاتے ہیں......! وہ ہمارے درمیان تھے تو غم بھی خوشی بن جاتے تھے......وہ چلے گئے تو خوشیوں پر بھی غم نے اوس ڈال دی ہے...... ؎

دیکھ! کیا حال ہوا ہے تیرے دیوانوں کا؟
روتے ہیں اور بصد رنج و اَلم روتے ہیں

حضرتؒ تو چلے گئے، لیکن اُن کا مشن، فکر اور نظریہ موجود ہے۔ حضرت کے تلامذہ، محبین، متعلقین، مریدین اور مستفیدین سب پر لازم ہے کہ وہ اُن کے مشن کو اُنہی کے انداز واسلوب میں جاری وساری رکھیں۔ اللہ پاک حضرت کو جنت الفردوس میں بلند سے بلند تر مقام نصیب فرمائے اور ہم سب کو صبر جمیل کی توفیق کے ساتھ حضرت کے نقش قدم پر استقامت نصیب فرمائے۔ آمین، بجاہ النبی الکریم ﷺ۔ ؎

رہ رہ کے ترا درد چمکتا ہی رہے گا
یہ شعلۂ بے تاب لپکتا ہی رہے گا
دیوانے گذر جائیں گے ہر منزلِ غم سے
حیرت سے زمانہ انہیں تکتا ہی رہے گا
آتی ہی رہے گی تیرے انفاس کی خوشبو
گلشن تیری یادوں کا مہکتا ہی رہے گا

☆......☆......☆......☆

ہم نہیں ہوں گے

حکیم العصر حضرت لدھیانوی رحمہ اللہ کے مرشد، حضرت سید نفیس الحسینی شاہ رحمہ اللہ کے چند اشعار

خدا آباد رکھے بزم یاراں، ہم نہیں ہوں گے
غزالاں! ہم نہیں ہوں گے، نگاراں! ہم نہیں ہوں گے

ہمارے بعد یارانِ طریقت کس کو دیکھیں گے؟
بہت ہوگا ہجوم بادہ خواراں، ہم نہیں ہوں گے

ظہورِ مہدیٔ آخر زماں کا وقت آپہنچا
جہاں پر چھائے گا ابرِ بہاراں، ہم نہیں ہوں گے

زمین اپنے خزانے ڈال دے گی اُس کے قدموں میں
جب آئے گا وہ رشکِ تاجداراں، ہم نہیں ہوں گے

علم لہرائیں گے اللہ اکبر کی صداؤں میں
بڑھے جائیں گے جیش شہسواراں، ہم نہیں ہوں گے

نزولِ حضرت عیسیٰ بھی ہوگا، لوگ دیکھیں گے
عَجب ہوگا شکوہِ پاسداراں، ہم نہیں ہوں گے

جو اِس دُنیا میں آیا ہے، وہ جانے ہی کو آیا ہے
نفیسؔ اَب حشر تک ہے ہجرِ یاراں، ہم نہیں ہوں گے